تبارک الذی نزل الفرقان علی عبدہ لیکون للعلمین نذیرا

مجلس انصار اللہ مرکزیہ کا

ترجمان

ماہنامہ الفرقان ربوہ

پاکستان

ایڈیٹر

ابو العطاء جالندھری

معاون ایڈیٹر

قاضی محمد نذیر مولوی فاضل

مسعود احمد دہلوی۔ بی اے

سالانہ چندہ پیشگی

پانچ روپے

قیمت فی پرچہ

آٹھ آنے

الفرقان - ربوہ

جلد ۵ — شمارہ ۴

رمضان المبارک

کشتِ ایمان کی آبیاری جن قربانیوں سے ہوتی ہے، قصرِ دین جن محکم بنیادوں پر استوار ہوتا ہے، خزانۂ روحانیت کی حفاظت جن مضبوط پہرہ داروں سے ہوتی ہے ان میں سے ایک زبردست بنیاد اور محکم ذریعہ روزہ ہے۔ بعض روحانی امراض کا علاج صرف روزہ ہے۔ انجیل میں آتا ہے کہ ایک مرتبہ مسیحؑ کے شاگرد ایک جن (روحانی بیماری) کو دور نہ کر سکے مسیحؑ نے اسے دور کر دیا۔ انہوں نے پوچھا کہ یہ کام ہم کیوں نہ کر سکے؟ اس پر حضرت مسیحؑ نے فرمایا "اما هٰذا الجنس فلا یخرج الّا بالصلوٰۃ والصوم" کہ یہ قسم بیماری نماز اور روزہ کے بغیر دور نہیں کیجا سکتی (عربی انجیل متی ۱۷/۲۱ [1]) روزہ ایسی عبادت ہے جسکے ذریعہ انسان محتاج اور فانی ہونے کے باوجود اپنے رب کے رنگ میں رنگین ہونے کی کوشش کرتا ہے وہ ہردم کھانے پینے اور ازدواجی تعلقات کا محتاج ہے لیکن اپنے آقا کے حکم پر ایک مہینے بھر کیلئے وہ کھانا پینا ترک کر دیتا ہے، ازدواجی تعلقات سے پرہیز کرتا ہے۔ یہ ایک مؤثر مجاہدہ ہے۔ اس سے انسان کی روح صیقل ہو جاتی ہے اور اسکے بدن میں روحانی کرنیں حلول کرتی ہیں۔ درحقیقت تمثیلی زبان میں انسان عاشقانہ انداز میں اعلان کرتا ہے کہ اپنے محبوب آقا کی رضا کے لئے مجھے اپنی جان قربان کرنی بھی منظور ہے اور اپنی نسل کو اس راہ میں قربان کرنا بھی گوارا ہے۔ یہ خاموش اعلان اگر دل کی گہرائیوں سے ہو تو کتنا اثر انگیز اور کس قدر روح پرور ہے سچ مچ اس سے کشتِ ایمان لہلہانے لگتی ہے۔ تخل

[1] اب اردو انجیل کو سترھویں باب کی اکیسویں آیت ہی عیسائیوں نے غائب کر دی ہے۔

روحانیت بار بر ہو جاتی ہے اور انسان اپنے آپکو اپنے خدا کی گود میں پاتا ہے۔ قرآن مجید نے رمضان المبارک کے روزے فرض فرما کر مومنوں پر عجیب احسان فرمایا ہے۔ اس نے ان کی خفتہ قوتوں کو بیدار کر دیا ہے اور انہیں عام حیوانی سطح سے اٹھا کر فضائے نور روحانیت میں پہنچا دیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ **لیلۃ القدر** کا تعلق رمضان المبارک سے ہے اور لیلۃ القدر وہ رات ہے جب قلبِ مومن خدا کا عرش بن رہا ہوتا ہے۔ اور فرشتے اور جبریل اس کے گرد طواف کرتے ہیں۔ اور وہ انسان خدا سے شرفِ ہمکلامی حاصل کرتا ہے۔ ایسی گھڑی کا میسّر آنا یقیناً زندگی بھر سے بہتر ہے۔ اسی لئے اللہ تعالےٰ نے فرمایا:-

لیلۃُ القدرِ خیرٌ من الفِ شهر۔ تنزل الملٰئکۃ والروحُ فیها باذن ربهم من کلّ امرٍ۔

اسلام ایک زندہ مذہب ہے اور رمضان المبارک اس کی زندگی کا موسمِ بہار ہے۔ خوش قسمت ہیں وہ جو موسم بہار کے پھلوں اور پھولوں سے اپنے دامنوں کو بھر لیں اور سفرِ آخرت کے لئے بہتر زادِ راہ حاصل کر لیں۔ اللہ تعالیٰ تمام مومنوں کو رمضان المبارک کی برکات سے مستفیض فرمائے۔ آمین ●

ضروری اطلاع

بعض وجوہ سے الفرقان کا "جماعت اسلامی نمبر" یکم مئی کی بجائے یکم جون کو شائع ہو رہا ہے خریدار حضرات اور ایجنٹ صاحبان نوٹ فرمالیں!

(مینجر)

اہلِ بہاء کے تین اہم سوالات کے جواب

آیت میثاق النبیین کا مصداق کون ہے ؟ لِكُلِّ أُمَّةٍ أَجَلٌ کا کیا مفہوم ہے ؟ قیامتِ کبریٰ کا ثبوت از روئے قرآن مجید کیا ہے ؟ کے جوابات کے لئے ذیل کا مقالہ ملاحظہ فرمائیں۔

کوئٹہ (بلوچستان) سے ایک بہائی صاحب کے تین سوال موصول ہوئے ہیں۔ ذیل میں پہلے بہائی صاحب کے لفظوں میں ہی ان کے سوال کو نقل کیا جاتا ہے اور پھر ہر سوال کا جواب درج کیا جاتا ہے۔ وباللہ التوفیق ——— ایڈیٹر

سوال ۱ :۔

" آیت مبارکہ وَإِذْ أَخَذَ اللّٰهُ مِيثَاقَ النَّبِيِّينَ لَمَا آتَيْتُكُمْ مِنْ كِتَابٍ وَحِكْمَةٍ ثُمَّ جَاءَكُمْ ..... مِنَ الْخَاسِرِينَ (آل عمران) میں حضور رسول مقبول صلعم کی ذات اقدس سے بعد میں آنے والے رسول پر ایمان لانے اور اس کی نصرت کرنے کا صاف عہد لیا گیا ہے۔ اس عہد کی مزید تشریح آیۂ میثاق سورۂ احزاب میں وَمِنْكَ کے لفظ سے ہوتی ہے۔ کیا اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ حضرت خاتم النبیین روحی من سواہ فداہ سے کسی ایسے رسول پر ایمان لانے کا عہد لیا گیا ہے کہ جس سے روگردانی فسق کے مترادف ہے۔ اس سلسلہ میں یہ بھی عرض کر دیا جاتا ہے کہ حضرت مرزا صاحب باوجود مدعیٔ مسیح موعود ہونے کے کہیں ایسا دعویٰ نہیں کرتے اور اپنا مقام کہیں ایسا بلند نہیں فرماتے کہ حضرت خاتم النبیینؐ سے آپ پر ایمان لانے کا وعدہ لیا گیا تھا۔ موعودِ قرآنی بہت اونچے مقام کا معلوم ہوتا ہے وہ تاریخ یا غلام معلوم نہیں ہوتا "

الجوابُ الاوّل :۔

سورۂ آل عمران میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :۔

وَإِذْ أَخَذَ اللّٰهُ مِيثَاقَ النَّبِيِّينَ لَمَا آتَيْتُكُمْ مِنْ كِتَابٍ وَحِكْمَةٍ ثُمَّ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مُصَدِّقٌ لِمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهِ وَلَتَنْصُرُنَّهُ قَالَ أَأَقْرَرْتُمْ وَأَخَذْتُمْ عَلَىٰ ذٰلِكُمْ إِصْرِي قَالُوا أَقْرَرْنَا قَالَ فَاشْهَدُوا وَأَنَا مَعَكُمْ مِنَ الشَّاهِدِينَ ۝

(آل عمران : ۸۱)

ترجمہ :۔ یاد کرو جب اللہ تعالیٰ نے انبیاء سے پختہ عہد لیا کہ میں نے تم کو کتاب و حکمت دی ہے سو اگر بعد ازاں تمہارے پاس ایسا رسول آجائے جو تمہاری تعلیم اور پیشگوئیوں کا مصدق ہو تو تم اس پر ضرور ایمان لاؤ گے اور اس کی نصرت

کروگے۔ فرمایا کیا تم نے اقرار کیا اور اس ذمہ داری کو اٹھا لیا؟ انہوں نے کہا ہاں ہم اقرار کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تم گواہ رہو میں بھی تمہارے ساتھ گواہوں میں سے ہوں۔

اس آیت میں ذکر ہے کہ جملہ نبیوں سے عہد لیا گیا تھا کہ وہ رسول مصدق کے ظاہر ہونے پر اس پر ایمان لائیں گے اس کی تائید و نصرت کریں گے۔ رسولوں سے اس عہد کے لئے جانے کے یہی معنے تھے کہ ان کی امتیں اس اقرار کی پابند ہوں کہ جب بھی وہ موعود رسول ظاہر ہو تو سب زندہ لوگ اس پر ایمان لائیں۔ کیونکہ اس رسول کی دعوت سب دنیا کے لئے ہونے والی تھی۔ اس آیت میں جس رسول مصدق پر ایمان لانے کا عہد لیا گیا ہے اس سے مراد حضرت خاتم النبیین محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ آپ ہی وہ عظیم الشان رسول ہیں جن کی پیشگوئی تمام آسمانی صحیفوں میں موجود ہے اور تمام نبیوں نے اپنے اپنے وقت پر اپنی اپنی امت سے آپ پر ایمان لانے کا عہد لیا تھا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

اَلَّذِيْنَ يَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِيَّ الْاُمِّيَّ الَّذِيْ يَجِدُوْنَهٗ مَكْتُوْبًا عِنْدَهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ وَالْاِنْجِيْلِ (الاعراف: ۱۵۷)

کہ اب رحمت الٰہی کے وارث وہی لوگ ہیں جو اس عظیم الشان رسول نبی امی کی پیروی کرتے ہیں جس کی پیشگوئی ان کے ہاں تورات اور انجیل میں درج شدہ موجود ہے۔

دوسری جگہ فرمایا:۔

وَمَا لَكُمْ لَا تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالرَّسُوْلُ يَدْعُوْكُمْ لِتُؤْمِنُوْا بِرَبِّكُمْ وَقَدْ اَخَذَ مِيْثَاقَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ٥ (الحدید: ۸)

تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ تم اللہ تعالیٰ پر پورے طور پر ایمان نہیں لا رہے حالانکہ یہ موعود عظیم الشان رسول تمہیں اپنے رب پر ایمان لانے کے لئے پکار رہا ہے اور اس نے تم سے ایمان لانے کا میثاق لے رکھا ہے اگر تم مومن ہو۔

تیسری جگہ فرمایا:۔

وَلَمَّا جَآءَهُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ مُصَدِّقٌ لِّمَا مَعَهُمْ نَبَذَ فَرِيْقٌ مِّنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ كِتٰبَ اللّٰهِ وَرَآءَ ظُهُوْرِهِمْ كَاَنَّهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ (بقرہ: ۱۰۱)

کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اہل کتاب کی پیشگوئیوں کے رسول مصدق ہیں ظاہر ہوئے تو اہل کتاب نے کتاب الٰہی کو یوں نظر انداز کر دیا گویا انہیں اس کا کچھ علم ہی نہیں۔

ان آیات سے ظاہر ہے کہ آیت میثاق النبیین میں جس بے مثال عظیم الشان رسول پر ایمان لانیکا جملہ انبیاء کی معرفت ان کی امتوں سے عہد لیا گیا تھا وہ از روئے قرآن مجید آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم ہیں۔

قرآن مجید پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نبیوں اور کتابوں کے ذریعہ انکے پیروؤں سے مختلف عہد لئے ہیں۔ لفظ میثاق کا اطلاق مختلف قسم کے عہدوں پر ہوتا ہے۔ مثلاً

بنی اسرائیل سے ایک یہ عہد لیا گیا تھا کہ وہ ہر آنے والے اسرائیلی رسول پر ایمان لائیں اور اس کی تعلیم پر عمل کریں۔ فرمایا:۔

لَقَدْ اَخَذْنَا مِیْثَاقَ بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ
وَاَرْسَلْنَآ اِلَیْهِمْ رُسُلًا ؕ كُلَّمَا
جَآءَهُمْ رَسُوْلٌۢ بِمَا لَا تَهْوٰٓی
اَنْفُسُهُمْ ۙ فَرِیْقًا كَذَّبُوْا وَ
فَرِیْقًا یَّقْتُلُوْنَ (المائدہ: ۷۰)

کہ ہم نے بنی اسرائیل سے میثاق لیا اور ان کی طرف رسول بھیجے۔ جب کبھی اُنکے پاس رسول آیا اور اس نے ایسی تعلیم پیش کی جس کو یہودیوں کے دل پسند نہ کرتے تھے تو انہوں نے ان رسولوں کے ایک حصہ کی تکذیب پر اکتفا کیا اور ایک جماعت کو قتل کرتے تھے۔

پھر فرمایا:۔

وَلَقَدْ اَخَذَ اللّٰهُ مِیْثَاقَ بَنِیْٓ
اِسْرَآءِیْلَ ۚ وَبَعَثْنَا مِنْهُمُ اثْنَیْ
عَشَرَ نَقِیْبًا ؕ وَقَالَ اللّٰهُ اِنِّیْ
مَعَكُمْ ؕ لَئِنْ اَقَمْتُمُ الصَّلٰوةَ
وَاٰتَیْتُمُ الزَّكٰوةَ وَاٰمَنْتُمْ
بِرُسُلِیْ وَعَزَّرْتُمُوْهُمْ وَاَقْرَضْتُمُ
اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا لَّاُكَفِّرَنَّ
عَنْكُمْ سَیِّاٰتِكُمْ وَلَاُدْخِلَنَّكُمْ
جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا
الْاَنْهٰرُ ۚ فَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ
مِنْكُمْ فَقَدْ ضَلَّ سَوَآءَ السَّبِیْلِ

(المائدہ: ۱۲)

ترجمہ:۔ اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل سے میثاق لیا اور ان میں سے بارہ نقیب مقرر کئے اور فرمایا کہ اگر تم نماز قائم کرتے رہو گے، زکوٰۃ ادا کرتے رہو گے اور میرے رسولوں پر ایمان لاتے رہو گے اور ان کی تعظیم کو اپنا شعار بناؤ گے اور اللہ تعالیٰ کے لئے اپنے اموال میں سے اچھے طور پر ایک حصہ دیتے رہو گے تو میں تم سے تمہاری بدیوں کو ڈھانپ دوں گا اور تمہیں ایسے باغات میں داخل کروں گا جن کے ساتھ نہریں بہتی ہوں گی۔ اس کے باوجود جو تم میں سے انکار کریگا وہ یقیناً سیدھے راستے سے بھٹک گیا۔

ان آیات سے ظاہر ہے کہ بنی اسرائیل سے ہر آنیوالے نبی پر ایمان لانے اور اس کی تعلیم پر عمل پیرا ہونے کا عہد لیا گیا تھا۔ پھر قرآن مجید سے یہ بھی ثابت ہے۔ کہ اہل کتاب سے یہ بھی عہد لیا گیا تھا کہ وہ لوگوں کو کتاب الٰہی کی سب باتیں بتائیں اور اخفا سے کام نہ لیں۔ فرمایا:۔

وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِیْثَاقَ الَّذِیْنَ
اُوْتُوا الْكِتٰبَ لَتُبَیِّنُنَّهٗ
لِلنَّاسِ وَلَا تَكْتُمُوْنَهٗ ؗ
فَنَبَذُوْهُ وَرَآءَ ظُهُوْرِهِمْ وَ
اشْتَرَوْا بِهٖ ثَمَنًا قَلِیْلًا ؕ
فَبِئْسَ مَا یَشْتَرُوْنَ ۝

(آل عمران: ۱۸۷)

یاد رکھو کہ اللہ تعالیٰ نے اہل کتاب سے یہ اقرار لیا تھا کہ وہ اس کتاب کو لوگوں کے سامنے خوب کھول کھول کر بیان کریں گے اور اسے چھپائیں گے نہیں۔ پھر انہوں نے

اس عہد کو پس پشت ڈال دیا اور اسکے
بدلے دُنیا کا تھوڑا مال حاصل کر لیا۔ وہ
بہت بُرا سودا کر رہے ہیں۔"

علاوہ ازیں سورۃ بقرہ کی آیات ۸۳، ۸۴ میں بنی اسرائیل سے نیک اعمال بجالانے کے میثاق لینے کا ذکر موجود ہے۔

ایک عظیم الشان میثاق جو اپنی اہمیت کے لحاظ سے نہایت ہی اہم ہے وہ ہے جو تمام نبیوں کی معرفت ان کی اُمتوں سے حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے وقت حضور علیہ السلام پر ایمان لانے کے متعلق تھا۔ یہ میثاق بنی اسرائیل سے موسیٰ علیہ السلام کی معرفت دامن طور میں لیا گیا۔ جس کی طرف وَاَخَذْنَا مِنْهُمْ مِّيْثَاقًا غَلِيْظًا (النساء: ۱۵۴) میں اشارہ ہے۔ یہی میثاق تمام انبیاء دُہراتے آئے ہیں اور اس کی صداقت آیت میثاق النبیین میں موجود ہے۔

بائیبل سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ تمام نبی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی کرتے آئے ہیں اور اپنی اُمتوں کو یہ عہد یاد دلاتے رہے ہیں۔ پطرس رسول کہتے ہیں :-

"ضرور ہے کہ وہ آسمان پر اُس وقت
تک رہے جب تک کہ وہ سب چیزیں بحال
نہ کی جائیں جن کا ذکر خدا نے اپنے پاک نبیوں
کی زبانی کیا ہے جو دُنیا کے شروع سے ہوتے
آئے ہیں۔ چنانچہ موسیٰ نے کہا کہ خداوند
تمہارے بھائیوں میں سے تمہارے لئے مجھ سا
ایک نبی پیدا کریگا۔ جو کچھ وہ تم سے کہے
اس کی سُننا۔ اور یہ ہوگا کہ جو شخص اس نبی
کی نہ سُنے گا وہ اُمت میں سے نیست و نابود
کر دیا جائے گا۔ بلکہ سموئیل سے لیکر پچھلوں
تک جتنے نبیوں نے باتیں کیں ان سب نے
ان دنوں کی خبر دی ہے۔ تم نبیوں کی اولاد
اور اس عہد کے شریک ہو جو خدا نے تمہارے
باپ دادوں سے باندھا۔ جب ابراہیم
سے کہا کہ تیری اولاد سے دُنیا کے سارے
گھرانے برکت پائیں گے۔" (اعمال ۳ : ۲۱-۲۵)

اس حوالے سے صاف ظاہر ہے کہ وہ اہم ترین خبر جو اللہ تعالیٰ کے پاک نبی دُنیا کے شروع سے دیتے آئے ہیں۔ اور وہ پاک عہد جو حضرت ابراہیمؑ اور اُن کی اولاد سے باندھا گیا تھا جس کا ذکر سب نبیوں کی معرفت ہوتا رہا وہ یہ تھا کہ دُنیا کے سارے گھرانوں کو برکت دینے کے لئے اللہ تعالیٰ "مثیلِ موسیٰ" یا "وہ نبی" مبعوث فرمائے گا۔ اِن بیانات سے ظاہر ہے کہ جملہ نبیوں سے آنیوالے جس رسول مصدق پر ایمان لانے اور اس کی نصرت کرنے کا عہد لیا گیا تھا وہ مثیلِ موسیٰ سیدنا حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم ہیں۔ تورات و انجیل بھی آپ کو ہی عہد کا کامل رسول قرار دیتی ہیں اور قرآن مجید بھی آپ کو ہی موعود رسول مصدق ٹھہراتا ہے۔ جماعتِ احمدیہ کے نزدیک آیت میثاق النبیین میں عظیم ترین موعود رسول سے مراد آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہیں۔ بانیٔ سلسلہ احمدیہ حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی علیہ السلام تحریر فرماتے ہیں :-

"وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ
النَّبِيّٖنَ لَمَآ اٰتَيْتُكُمْ مِّنْ كِتٰبٍ
وَّحِكْمَةٍ ثُمَّ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ
مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ
بِهٖ وَلَتَنْصُرُنَّهٗ ؕ قَالَ ءَاَقْرَرْتُمْ
وَاَخَذْتُمْ عَلٰى ذٰلِكُمْ اِصْرِىْ ؕ
قَالُوْٓا اَقْرَرْنَا ؕ قَالَ فَاشْهَدُوْا
وَاَنَا مَعَكُمْ مِّنَ الشّٰهِدِيْنَ (آل عمران)"

(ترجمہ) اور یاد کرو جب خدا نے تمام رسولوں سے عہد لیا کہ جب میں تمہیں کتاب و حکمت دوں گا اور پھر تمہارے پاس آخری زمانہ میں میرا رسول آئے گا۔ جو تمہاری کتابوں کی تصدیق کریگا۔ تمہیں اس پر ایمان لانا ہوگا اور اس کی مدد کرنی ہوگی۔ اور کہا کیا تم نے اقرار کرلیا اور اس عہد پر استوار ہوگئے؟ انہوں نے کہا کہ ہم نے اقرار کرلیا۔ تب خدا نے فرمایا کہ اب اپنے اقرار کے گواہ رہو اور میں بھی تمہارے ساتھ اس بات کا گواہ ہوں۔

اب ظاہر ہے کہ انبیاء تو اپنے اپنے وقت پر فوت ہوگئے تھے۔ یہ حکم ہر نبی کی اُمت کے لئے ہے کہ جب وہ رسول ظاہر ہو تو اس پر ایمان لاؤ ورنہ مؤاخذہ ہوگا۔ اب بتلاویں میاں عبدالحکیم خان نیم ملا خطرہ ایمان! کہ اگر صرف توحید خشک سے نجات ہوسکتی ہے تو پھر خدا تعالیٰ ایسے لوگوں سے کیوں مؤاخذہ کرے گا جو گو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر ایمان نہیں لاتے مگر توحید باری کے قائل ہیں۔" (حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۳۰-۱۳۱)

الجوابُ الثانی :-

سوال کرنے والے بہائی صاحب نے لکھا ہے کہ "اس عہد کی مزید تشریح آیۂ میثاق سورۂ احزاب میں وَمِنْكَ کے لفظ سے ہوتی ہے۔ کیا اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ حضرت خاتم النبیین روحی من سواہ فداہ سے کسی ایسے رسول پر ایمان لانے کا عہد لیا گیا ہے کہ جس سے روگردانی فسق کے مترادف ہے۔" اس کے جواب میں یاد رکھنا چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ نے سورۂ احزاب میں فرمایا ہے :-

وَاِذْ اَخَذْنَا مِنَ النَّبِيّٖنَ
مِيْثَاقَهُمْ وَمِنْكَ وَمِنْ نُّوْحٍ
وَّاِبْرٰهِيْمَ وَمُوْسٰى وَعِيْسَى
ابْنِ مَرْيَمَ وَاَخَذْنَا مِنْهُمْ
مِّيْثَاقًا غَلِيْظًا ۝ لِّيَسْئَلَ
الصّٰدِقِيْنَ عَنْ صِدْقِهِمْ ۚ وَ
اَعَدَّ لِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابًا اَلِيْمًا ۝

(احزاب : ۸-۸)

ترجمہ :- یاد کرو کہ جب ہم نے نبیوں سے میثاق لیا۔ اور تجھ سے۔ نوح سے، ابراہیم سے موسیٰ سے اور عیسیٰ بن مریم سے اور ان سے پختہ میثاق لیا تا اللہ تعالیٰ راستبازوں سے ان کی راستبازی کے بارہ میں دریافت کرے۔ اور اس نے کافروں کے لئے دردناک عذاب تیار کیا ہے۔"

اس جگہ سب سے پہلے یہ غور طلب امر ہے کہ آیا اس میثاق سے وہی میثاق مراد ہے جس کا ذکر سورۂ آل عمران والی آیت میں ہے۔ ہمیں قرآن مجید سے معلوم ہوتا ہے کہ میثاق کی متعدد اقسام اور متعدد اغراض ہیں جیسا کہ ہم سطور بالا میں ذکر کر آئے ہیں۔ جہاں تک سورۂ احزاب کی آیت کے الفاظ کا تعلق ہے اس میں ایسی کوئی تصریح نہیں کہ اس میثاق سے آنے والے عظیم الشان رسول پر ایمان لانے کا میثاق ہی مراد ہے۔ پس اوّل تو ممکن ہے کہ سورۂ احزاب میں میثاق سے مراد شریعت کی پابندی اور کتاب الٰہی کا کھول کر بیان کرنے والا میثاق ہو کیونکہ النبیین کی تشریح میں جن پانچ بزرگ انبیاء کا

ذکر فرمایا ہے وہ یا تو سلسلہ کے بانی ہیں یا سلسلہ کے
آخر ہیں۔ اور اس میثاق غلیظ کے نتیجہ میں صادقوں
کے صدق اور کافروں کے کفر پر جزا و سزا مرتب ہونیکا
ذکر ہے۔

دوم:۔ اگر اس آیت کو سورۃ آل عمران
کی آیت میثاق النبیین کے ساتھ مربوط کیا جائے
تب بھی آل عمران والی آیت میں "رَسُولٌ مُّصَدِّقٌ
لِّمَا مَعَكُمْ" سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مراد
لینے میں کوئی روک نہیں۔ اس جگہ یہ سوال ہو سکتا ہے
کہ سورۃ احزاب والی آیت میں وَمِنْكَ موجود ہے
جس کا مطلب ہے کہ یہ عہد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
سے بھی لیا گیا تھا تو کیا آپ سے اپنے متعلق عہد لیا گیا تھا؟
اس سوال کا جواب یہ ہے کہ انبیاء کی ذات سے یہ عہد
عالم مثال میں لیا گیا تھا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
سے بھی اسی عالم میں عہد لیا گیا اور عالم ظاہر میں مبعوث
ہونے پر آپ خود بھی اپنی رسالت پر ایمان لانے والے
اور اس رسالت کے اغراض و مقاصد کی تائید و نصرت
کرنے والے تھے۔ بلکہ سب سے پہلے مومن تھے اور سب سے
پہلے مؤید و ناصر تھے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

آمَنَ الرَّسُولُ بِمَا أُنزِلَ إِلَيْهِ
مِن رَّبِّهِ وَالْمُؤْمِنُونَ كُلٌّ
آمَنَ بِاللَّهِ وَمَلَائِكَتِهِ وَكُتُبِهِ
وَرُسُلِهِ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ أَحَدٍ
مِّن رُّسُلِهِ (بقرہ: ۲۸۵)

کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خود بھی اس کلام پر ایمان
لائے جو آپ پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل کیا گیا
. . . .
. . . . اور باقی مومن بھی ایمان
لاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم خدا کے رسولوں میں کوئی تفرقہ
نہیں کرتے۔ دوسری آیت میں فرمایا ہے وَأُمِرْتُ
لِأَنْ أَكُونَ أَوَّلَ الْمُسْلِمِينَ (الزمر: ۱۲)
کہ میں مامور ہوں کہ خدائی احکام کی تعمیل میں سب سے
اوّل رہوں"۔ پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خود بھی اپنے
رسول ہونے پر ایمان لانے والے تھے بلکہ اول المومنین
تھے۔ لہذا وَمِنْكَ سے بہائیوں کا اپنے حق میں استدلال
کرنا درست نہیں ٹھہرتا۔

الجوابُ الثالث:۔

سورۃ آل عمران اور سورۃ احزاب کی آیات
کو ملا کر اگر یہ بھی تسلیم کیا جائے کہ اللہ تعالیٰ نے ثُمَّ
جَاءَكُمْ رَسُولٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ میں
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بعد آنے والے رسول یا
رسولوں کا ذکر کیا ہے تب بھی بہائیوں کا استدلال
باطل ہے کیونکہ آنے والے رسولوں کے لئے "مصدق
لما معکم" کی قید لگی ہوئی ہے یعنی قرآن کے
بعد ایسا ہی رسول آسکتا ہے جو قرآنی تعلیم کے مطابق
آئے۔ قرآن مجید میں بالبداہت مذکور ہے کہ آئندہ
کے لئے محبوب ربانی بننے کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
کی پیروی و اتباع ضروری شرط ہے قُلْ إِن كُنتُمْ
تُحِبُّونَ اللَّهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللَّهُ۔
پھر فرمایا کہ آئندہ منعم علیہ بننے والے نبی ہوں، صدیق
ہوں، شہید ہوں یا صالح ہوں بہرحال وہ وَمَن يُطِعِ
اللَّهَ وَالرَّسُولَ (النساء: ۶۸) کی پابندی کے ماتحت
ہوں گے یعنی وہ ہمیشہ کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
کے مطیع ہوں گے، آپ کی شریعت کا نفاذ کرنے کیلئے
آئیں گے۔ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شہادت دینے
کے لئے آئیں گے جیسا کہ فرمایا:۔

أَفَمَن كَانَ عَلَىٰ بَيِّنَةٍ مِّن رَّبِّهِ
وَيَتْلُوهُ شَاهِدٌ مِّنْهُ وَمِن

قَبْلِهٖ كِتٰبُ مُوْسٰۤى اِمَامًا وَّ
رَحْمَةً ؕ (ہود : ۱۸)

کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی ذات میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے بیّنہ پر قائم ہیں اور آپ سے پہلے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی کتاب رحمت اور راہنما ہے اور آپ کے بعد عظیم الشان شاہد آپ کے نقشِ قدم پر آئے گا۔ اُمتِ محمدیہ سے اللہ تعالیٰ نے وعدہ فرمایا ہے :-

وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ
وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ
فِي الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ
مِنْ قَبْلِهِمْ ۪ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ
دِيْنَهُمُ الَّذِي ارْتَضٰى لَهُمْ
وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ خَوْفِهِمْ
اَمْنًا ؕ يَعْبُدُوْنَنِيْ لَا يُشْرِكُوْنَ
بِيْ شَيْـًٔا ؕ وَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ
فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ۝

(نور : ۵۶)

کہ میں مومنین میں ہمیشہ پہلے سلسلوں کی طرح خلفاء مبعوث کروں گا۔ انکار کرنے والے فاسق قرار پائیں گے۔ گویا آئندہ آنے والے وجود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے تابع اور خادم ہی ہوں گے۔

الغرض قرآن مجید سے ثابت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اُمتی نبی اور اُمتی رسول آسکتا ہے دوسرے کسی مستقل یا صاحبِ شریعت رسول کے لئے قرآن مجید کے بعد کوئی جگہ نہیں۔ لہٰذا ثُمَّ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ سے مراد اِس صورت میں اُمتی رسول ہی ہو سکتا ہے کیونکہ دیگر آیات نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد صرف اُمتی نبی کو جاری قرار دیا ہے۔

موعودِ قرآن بے شک اونچے مقام کا ہے مگر یہ سب کچھ اسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ظلیت میں حاصل ہونے والا ہے۔ سورہ جمعہ میں بھی اللہ تعالیٰ نے وَّاٰخَرِيْنَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوْا بِهِمْ ؕ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ کہہ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جمالی بعث کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔ بعثتِ ثانیہ کے لحاظ سے آنے والے موعود کا مقام اُمتیوں کیلئے بہت بلند ہے۔ آنے والا موعود اسلام کو منسوخ کرنے نہیں بلکہ اسلام کی تجدید کے لئے آئے گا۔ خود بہائیوں کو بھی یہ حدیث مسلّم ہے کہ آنے والا موعود "ینفخ الروح فی الاسلام" یعنی اسلام کو تازہ کرے گا (الفرائد مصنفہ ابوالفضل صاحب بہائی مبلغ۔)

تعجب ہے کہ بہائی ایک طرف آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو "سید المرسلین و امام المتقین خاتم النبیین" مانتے ہیں (الفرائد صک) یعنی آپ کو سب رسولوں کا سردار مانتے ہیں اور دوسری طرف کہتے ہیں کہ آنیوالا موعود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے معاذ اللہ بڑا ہونا چاہیئے۔ درحقیقت یہی مقام ہے جسے بہائیت اور احمدیت میں بنیادی طور پر مفترق الطرق قرار دیا جانا چاہیئے۔ بہائی قرآن مجید کو منسوخ شریعت قرار دیتے، احمدی قرآن مجید کو زندہ اور دائمی شریعت یقین کرتے ہیں۔ بہائی آپ کے فیوض کو عارضی اور محدود مانتے ہیں، احمدیوں کے نزدیک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فیوض و برکات ہمیشہ کے لئے جاری ہیں۔ بہائیوں کے نزدیک بہاء اللہ کا مقام آپ سے معاذ اللہ بلند ہے۔ اور احمدیوں کے نزدیک حضرت مسیح موعود علیہ السلام آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے غلام اور تابع ہیں۔ ہاں یاد رہے کہ جہاں تک مسلمانوں کے مسیح موعود پر ایمان لانے کا تعلق

ہے سو اس لحاظ سے مسیح موعود کی آمد چونکہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی ہی بعثت ثانیہ ہے اسلئے اس ذیل میں حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کا مندرجہ ذیل حوالہ کافی ہے۔

"جیسا کہ مومن کے لئے دوسرے احکام الٰہی پر ایمان لانا فرض ہے ایسا ہی اس بات پر بھی ایمان لانا فرض ہے۔ کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے دو بعث ہیں (۱) بعثت محمدی جو جلالی رنگ میں ہے جو ستارہ مریخ کی تاثیر کے نیچے ہے جس کی نسبت بحوالہ توریت قرآن شریف میں یہ آیت ہے مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗٓ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ (۲) دوسرا بعث احمدی ہے جو جمالی رنگ میں ہے جو ستارہ مشتری کی تاثیر کے نیچے ہے۔ جس کی نسبت بحوالہ انجیل قرآن شریف میں یہ آیت ہے وَمُبَشِّرًاۢ بِرَسُوْلٍ يَّاْتِيْ مِنْۢ بَعْدِي اسْمُهٗٓ اَحْمَدُ۔"

(تحفہ گولڑویہ صفحہ ۱۵۶ و ۱۵۷)

ان تینوں جوابات کا خلاصہ یہ ہے کہ بہائیت کا نظریہ بہرصورت غلط اور نادرست ہے۔ آل عمران کی آیت میں اوّل تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے موعود کل انبیاء ہونے کا بیان ہے اور دوم اگر اسے عمومیت پر محمول کیا جائے تب بھی اس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں حضور کے تابع اور امتی نبی آنے کا استدلال کیا جا سکتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت کو منسوخ کرنے والے مدعی رسالت کے لئے قرآن مجید کی رو سے کوئی گنجائش نہیں ہے۔

سورۂ آل عمران کی آیت کے متعلق پرانے مفسرین کے چند حوالے بھی درج ذیل ہیں۔

(۱) امام فخر الدین رازیؒ فرماتے ہیں:۔

"اختلفوا فی تفسیر ھٰذہ الآیۃ علی ھٰذین الوجھین امّا الاحتمال الاوّل ھو انّہ تعالیٰ اخذ المیثاق منھم فی ان یصدّق بعضھم بعضًا و ینصر بعضھم بعضًا وھٰذا قول سعید ابن جبیر والحسن وطاؤسؓ وقیل ان المیثاق مختص بمحمد صلی اللہ علیہ وسلم وھو مروی عن علیؓ و ابن عباس و قتادۃ و السدی رضوان اللہ علیھم اجمعین۔

(تفسیر کبیر رازی جلد ۳ صفحہ ۱۶۸)

کہ مفسرین نے آیت کی تفسیر دو طور پر کی ہے۔ ایک احتمال یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نبیوں سے عہد لیا کہ ایک دوسرے کی تصدیق اور نصرت کریں۔ حضرت سعید ابن جبیر، حضرت حسن بصری اور امام طاؤس کا یہ قول ہے۔ دوسرا احتمال یہ ہے کہ یہ میثاق نبیوں سے خاص طور پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بارہ میں لیا گیا تھا۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ، حضرت ابن عباس، حضرت قتادہ اور امام السدی سے یہی معنے مروی ہیں۔

(۲) تفسیر روح المعانی میں لکھا ہے:۔

" واختلف فی المراد من الآیۃ

نقیل انها علیٰ ظاهرها ویؤیّد
ذٰلك ما اخرجه ابن جریر
عن علی کرّم الله وجهه قال
لم یبعث الله تعالیٰ نبیًّا
اٰدم فمن بعده الّا اخذ علیه
العهد فی محمّد صلی الله
علیه وسلّم لئن بعث وهو
حیّ لیؤمننّ به ولینصرنّه -الخ"
(روح المعانی زیرِ آیت میثاق النبیین صلّی الله)

ترجمہ:- آیت کی تفسیر میں کچھ اختلاف ہے
بعض نے اسے ظاہر پر محمول کیا ہے۔
اس کی تائید میں حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ
کا وہ قول ہے جو ابن جریر سے روایت کیا
گیا ہے۔ انھوں نے فرمایا کہ حضرت
آدم اور ان کے بعد کے ہر نبی سے
اللہ تعالےٰ نے عہد لیا ہے کہ اگر اسکی
زندگی میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
مبعوث ہوں تو وہ آپ پر ایمان
لائے اور آپؐ کی نصرت کرے۔ پھر وہ
نبی اپنی قوم سے یہی عہد لیتا تھا۔"

آیت میثاق النبیین کی تفسیر کرتے ہوئے
سلف صالحین کے اقوال کا ذکر کرتے ہوئے علامہ
ابن حیان لکھتے ہیں :-

"واجتزیٰ بذکر النبیین فی
ذکر اممهم لانّ الامم اتباع
الانبیاء ویدلّ علیه قول
علی کرّم الله وجهه مابعث
الله نبیًّا الّا اخذ علیه العهد
فی محمّد صلی الله علیه وسلّم
واٰمره باخذ العهد علیٰ قومه
فیه بان یؤمنوا به وینصروه
ان ادرکوا زمانه وروی عن
ابن عباس ایضاً انّه تعالےٰ
لما اخرج ذریّة اٰدم من
صلبه اخذ المیثاق علیٰ
جمیع المرسلین ان یقرّوا
بمحمّد صلی الله علیه وسلّم"
(البحر المحیط جلد ۲ ص ۵۰۸)

کہ آیت کریمہ میں النبیین کا لفظ
ان کی اُمتوں کے بجائے ہے۔ کیونکہ
اُمتیں نبیوں کی تابع ہوتی ہیں۔ حضرت
علی کرم اللہ وجہہٗ کے قول سے بھی یہی
ثابت ہے۔ انھوں نے فرمایا کہ اللہ تعالےٰ
نے ہر نبی سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
کے بارے میں عہد لیا اور اسے حکم دیا
کہ آپ کے متعلق اپنی قوم سے بھی عہد
لے کہ اگر وہ حضورؐ کا زمانہ پائیں تو آپؐ
پر ایمان لائیں اور آپؐ کی نصرت کریں۔
حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ
جب اللہ تعالےٰ نے ذریت آدم کو
مثالی وجود بخشا تھا تو سب رسولوں
سے عہد لیا تھا کہ وہ آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کا اقرار کریں۔"

اِن تفاسیر کا خلاصہ یہی ہے کہ سورۂ آل عمران کی آیۂ
میثاق میں یا تو سب نبیوں سے آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کی ذات بابرکات کے بارے میں عہد لینے کا
ذکر ہے اور یا پھر ہر نبی سے ہر بعد میں آنے والے نبی
کے متعلق میثاق لینا مراد ہے اور قرآن مجید کے بعد

صرف اُمتی نبی کے آنے کا ذکر موجود ہے۔ پہلا مفہوم مفسرین میں زیادہ متعارف ہے۔ اسی سلسلہ میں لکھا ہے :۔

"ومن ھنا ذھب العارفون
الیٰ انّہ صلی اللہ علیہ وسلّم ھو
النبیّ المطلق والرسول الحقیقی
والمصلح الاستقلالی وانّ من
سواہ من الانبیاء علیہم الصلوٰۃ
والسلام فی حکم التبعیۃ لہ
صلی اللہ علیہ وسلم "

(روح المعانی ص۱۹ ج۴)

کہ اصحاب معرفت کا مذہب یہ ہے کہ
درحقیقت مطلق نبی، حقیقی رسول، اور
مستقل صاحب شریعت نبی صرف
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور آپ
کے سوا باقی سب انبیاء آپ کے تابع
کی حیثیت رکھتے ہیں "

مندرجہ بالا بیانات کا ماحصل مطلب یہ ہے کہ سورۂ آل عمران کی آیت میثاق النبیین میں ثم جاءکم رسولٌ مصدقٌ لما معکم سے بہائیوں کا استدلال سراسر غلط ہے۔ قرآن مجید کی دوسری آیات کی روشنی میں اس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں میثاق لیا گیا ہے۔ آیت کو عمومیت پر محمول کرنے کی صورت میں بھی قرآن مجید کے بعد نئی شریعت لانے والے نبی کا سوال پیدا نہیں ہوتا۔ آیت وَمَنْ یُّطِعِ اللّٰہَ وَالرَّسُوْلَ کے مطابق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اُمتی ہی آسکتے ہیں۔ بہر حال بہائی استدلال باطل ہے۔

دوسرا سوال اور اُس کا جواب

سوال دوم :۔

بہائی صاحب نے دوسرا سوال باین الفاظ ذکر کیا ہے :۔

" قرآن مجید میں کئی مقامات پر لِکُلِّ
اُمَّۃٍ اَجَلٌ آیا ہے۔ بالخصوص سورۂ
یونس آیت ۴۹ میں ایک رسول کُل اُمم کی
آمد کے وعدہ کے بعد اس آیت کو پھر
دُہرا کر کیا یہ ثابت نہیں کر دیا گیا کہ اُمتِ
مُسلمہ کے لئے بھی ایک مخصوص اجل ہے۔
جس کے بعد رسول کُل اُمم کی آمد ہے ؟
نیز لِکُلِّ اَجَلٍ کِتَابٌ اِس بات کو
ظاہر نہیں کرتی کہ نئے دَور کے لئے نئی
کتاب و شریعت آنی چاہیئے ؟"

الجواب :۔

قرآن مجید میں عام قانون کے طور پر بیان ہُوا ہے کہ ہر اُمت کے عروج و ارتقاء کے لئے وقت اور شرائط مقرر ہیں۔ لفظ اجل (Appointed Time) مطلق بھی قرآن مجید میں مستعمل ہوا ہے۔ اجل قریب اور اجل مسمّٰی کی قید کے ساتھ بھی استعمال ہُوا ہے۔ سورۂ یونس کی آیات متعلقہ یہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :۔

وَاِمَّا نُرِیَنَّکَ بَعْضَ الَّذِیْ
نَعِدُھُمْ اَوْ نَتَوَفَّیَنَّکَ
فَاِلَیْنَا مَرْجِعُھُمْ ثُمَّ اللّٰہُ
شَہِیْدٌ عَلٰی مَا یَفْعَلُوْنَ ۝ وَ
لِکُلِّ اُمَّۃٍ رَّسُوْلٌ فَاِذَا جَآءَ
رَسُوْلُھُمْ قُضِیَ بَیْنَھُمْ بِالْقِسْطِ

وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ۝ وَيَقُوْلُوْنَ
مَتٰى هٰذَا الْوَعْدُ اِنْ كُنْتُمْ
صٰدِقِيْنَ ۝ قُلْ لَّآ اَمْلِكُ
لِنَفْسِيْ ضَرًّا وَّلَا نَفْعًا اِلَّا مَا
شَآءَ اللّٰهُ لِكُلِّ اُمَّةٍ اَجَلٌ
اِذَا جَآءَ اَجَلُهُمْ فَلَا
يَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَةً وَّلَا
يَسْتَقْدِمُوْنَ ۝ (یونس ۴۷-۴۹)

کہ اے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم! خواہ ہم تیرے سامنے وہ بعض وعید پورے کر دیں جو تیرے ان منکرین سے کئے گئے ہیں خواہ تجھے وفات دیدیں بہرحال ان کا لوٹنا ہماری طرف ہی ہوگا۔ پھر یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کے کاموں کو خوب جاننے والا ہے۔ ہر اُمت کیلئے رسول آتا رہا ہے۔ جب بھی ان کا رسول آیا تو ان لوگوں کے درمیان از روئے انصاف فیصلہ کر دیا گیا اور ان پر ظلم نہ کیا گیا۔ یہ منکرین کہتے ہیں کہ پھر یہ وعدہ ہمارے متعلق کب پورا ہوگا اگر تم سچے ہو۔ کہدے کہ میں اپنی ذات کے لئے کسی ضرر یا نفع کا مالک نہیں ہوں۔ بجز اس کے کہ جو اللہ تعالیٰ چاہے۔ ہر اُمت کی ہلاکت کے لئے ایک مقررہ مدت ہے جب وہ وقت آجاتا ہے تو وہ لوگ ایک پل بھر بھی اس سے آگے یا پیچھے نہیں ہو سکتے۔"

ان آیات پر غور کرنے سے عام قانون بھی مستنبط ہوتا ہے۔ مگر براہ راست اس جگہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے منکرین کا ذکر ہے۔ آپ کے مخالفین کو بتایا گیا ہے کہ اگر وہ انکار و تکذیب پر مُصر رہے تو اُن کی ہلاکت کا وقت آن پہنچا ہے۔ اللہ تعالیٰ عذابِ استیصال سے پہلے رسول بھیجا کرتا ہے جیسا کہ فرمایا وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِيْنَ حَتّٰى نَبْعَثَ رَسُوْلًا۔ (بنی اسرائیل) اب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا قانون پورا ہو چکا ہے۔ پس آپ کے مکذبین کی اجل کے ظاہر ہونے کا وقت آ گیا ہے یعنی اُن کی ہلاکت سر پر آ پہنچی ہے۔

سورۂ رعد میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلًا مِّنْ
قَبْلِكَ وَجَعَلْنَا لَهُمْ اَزْوَاجًا
وَّذُرِّيَّةً وَمَا كَانَ لِرَسُوْلٍ
اَنْ يَّاْتِيَ بِاٰيَةٍ اِلَّا بِاِذْنِ
اللّٰهِ لِكُلِّ اَجَلٍ كِتَابٌ ۝
يَمْحُوا اللّٰهُ مَا يَشَآءُ وَيُثْبِتُ
وَعِنْدَهٗٓ اُمُّ الْكِتٰبِ ۝ وَاِنْ مَّا
نُرِيَنَّكَ بَعْضَ الَّذِيْ نَعِدُهُمْ
اَوْ نَتَوَفَّيَنَّكَ فَاِنَّمَا عَلَيْكَ
الْبَلٰغُ وَعَلَيْنَا الْحِسَابُ ۝

(الرعد: ۳۸-۴۰)

کہ ہم نے تجھ سے پہلے بھی بہت سے رسول بھیجے تھے اور ان کے لئے اہل و عیال بنائے تھے۔ کوئی رسول بجز اذن الٰہی کوئی نشان (مراد عذاب کا نشان) نہیں لا سکتا۔ ہر ہلاکت کے لئے نوشتہ مقرر ہوتا ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے محو کر دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے ثابت رکھتا ہے۔ اصل قانون اللہ تعالیٰ کے ہاں

قبضہ میں ہے۔ ہوسکتا ہے کہ ہم وہ بعض
وعید تیرے سامنے پورا کر دیں جو ان کو
بتائے گئے ہیں اور ہوسکتا ہے کہ تجھے
وفات دیدیں۔ بہرحال تیرے ذمہ
پیغام رسانی ہے۔ حساب لینا ہمارا
کام ہے۔"

سورۃ الرعد اور سورۃ یونس کی مذکورہ بالا آیات پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ دونوں جگہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مکذبین پر عذاب کے نازل ہونے کی خبر کا ذکر ہے۔ اور دونوں مقامات پر یہ بیان ہوتا ہے کہ ان لوگوں پر بہرحال ہلاکت آنیوالی ہے۔ خواہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی میں آجائے خواہ آپ کی وفات کے بعد آئے۔ کیونکہ ان کی اجل مقررہ پوری ہوچکی ہے اور رسول کے ذریعہ بھی ان پر اتمام حجت ہوچکا ہے اور وہ لوگ اپنے متمردانہ رویہ سے باز نہیں آرہے۔ اور ظاہر ہے کہ ایسی قوم کے لئے ہلاکت کی مقررہ گھڑی آنے پر ان کی نجات کا کوئی رستہ نہیں رہتا۔

دونوں سورتوں میں آیات کے سیاق وسباق سے ظاہر ہے کہ اس جگہ کفار کی ہلاکت کا بیان ہے۔ اور اسی مضمون کے تسلسل میں دونوں جگہ پر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے متعلق اِمَّا نُرِيَنَّكَ بَعْضَ الَّذِي نَعِدُهُمْ اَوْ نَتَوَفَّيَنَّكَ کی آیت وارد ہوئی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت ساری دنیا اور سارے زمانوں کے لئے ہے۔ آپ کے اولین مخاطب عرب تھے مگر دنیا کی ساری اُمتیں اور قومیں آپ کی مخاطب تھیں۔ اور ہر قوم پر اتمام حجت کے بعد ہی تباہی آسکتی تھی۔ اللہ تعالیٰ کی تقدیر یوں ہے کہ وہ کسی قوم کی نعمت کو عذاب سے تبدیل نہیں کرتا۔ جب تک وہ قوم خود اپنے اعمال کو خراب نہ کرلے۔ فرمایا:۔

ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ لَمْ يَكُ مُغَيِّرًا
نِّعْمَةً اَنْعَمَهَا عَلٰى قَوْمٍ حَتّٰى
يُغَيِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِهِمْ۔

(انفال: ۵۳)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے وقت چونکہ ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ کا نظارہ تھا اور ساری قومیں ہی ہلاکت کے گڑھے پر کھڑی تھیں اسلئے لِكُلِّ اُمَّةٍ اَجَلٌ اِذَا جَآءَ اَجَلُهُمْ فَلَا يَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَةً وَّلَا يَسْتَقْدِمُوْنَ کا پیغام سنایا گیا۔ تاریخ سے ظاہر ہے کہ اس ارشاد خداوندی کے مطابق قومیں یا تو اسلام میں داخل ہوئیں اور یا اجل مسمّٰی کے آنے پر ہلاک اور ذلیل ہوئیں۔

سورۃ رعد کی آیت لِكُلِّ اَجَلٍ كِتَابٌ سے مراد شریعت نہیں کیونکہ یہاں قوموں کی ہلاکت کا ذکر ہے اور لِكُلِّ اَجَلٍ میں لفظ اجل سے مراد قرینہ کے مطابق ہلاکت اور تباہی ہے پس یہ استدلال کہ ہر دور کے لئے نئی کتاب اور نئی شریعت ہوتی ہے اس آیت کے سیاق وسباق کے مطابق نہیں۔

ہمیں یہ مسلم ہے کہ قوموں پر عروج و زوال کے اوقات آتے رہتے ہیں۔ اور ہم یہ بھی مانتے ہیں کہ گذشتہ زمانوں میں مختلف قوموں اور ملکوں کے لئے اپنے اپنے وقت تک کی شریعتیں آتی رہی ہیں۔ مگر جو بات اس سوال کے ضمن میں بہائی صاحب پیدا کرنا چاہتے ہیں وہ یہ ہے کہ قرآنی شریعت کچھ عرصہ کے لئے تھی اور اب اس کا عرصہ ختم ہوچکا ہے اور مسلمانوں کا ایک دور مقرر تھا وہ دور گذر گیا ہے اب نئی شریعت

اور نئی اُمت پیدا ہوگئی ہے۔

ہمارے نزدیک یہ استدلال قرآن مجید کی روح اور صریح آیات کے منافی ہے۔ قرآن مجید کا یہ دعویٰ ہے اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ (المائدہ: ۳) کہ آج نزولِ قرآن کے ساتھ دین کی تکمیل ہوگئی ہے۔ پھر قرآن مجید فرماتا ہے اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّکْرَ وَاِنَّا لَہٗ لَحٰفِظُوْنَ (الحجر: ۹) کہ ہم نے اس کتاب کو اُتارا ہے اور ہم اس کی ہمیشہ حفاظت کرنے والے ہیں۔ پھر فرمایا وَاتْلُ مَا اُوْحِیَ اِلَیْکَ مِنْ کِتَابِ رَبِّکَ لَا مُبَدِّلَ لِکَلِمٰتِہٖ وَلَنْ تَجِدَ مِنْ دُوْنِہٖ مُلْتَحَدًا (کہف: ۲۷) کہ مسلمان کا فرض ہے کہ ہمیشہ قرآن مجید کی پابندی کرے کیونکہ قرآن پاک کے احکام اور کلمات میں کوئی تبدیلی نہیں کی جائے گی۔ ایسے ہی اور دیگر آیات کی روشنی میں تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ قرآن مجید ایک کامل، محفوظ اور ہمیشہ کے لئے قائم رہنے والی شریعت ہے (چونکہ یہ اصل موضوع نہیں اسلئے اس طرف صرف اشارہ ہی کیا جاتا ہے)

پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ قُلْ یٰۤاَیُّھَا النَّاسُ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ اِلَیْکُمْ جَمِیْعًا (اعراف: ۱۵۸) کہ آپ ساری نسلِ انسانی کے لئے پیغمبر ہیں۔ پھر فرمایا قُلْ اِنْ کُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰہَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْکُمُ اللّٰہُ کہ خدا کا محبوب بننے کے لئے حضرت محمد مصطفٰے صلے اللہ علیہ وسلم کی اتباع لازمی ہے۔ پھر فرمایا لَقَدْ کَانَ لَکُمْ فِیْ رَسُوْلِ اللّٰہِ اُسْوَۃٌ حَسَنَۃٌ لِّمَنْ کَانَ یَرْجُوا اللّٰہَ وَالْیَوْمَ الْاٰخِرَ (احزاب: ۲۱) اس سے ظاہر ہے کہ دنیا کے قائم رہنے تک سب انسانوں کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کامل نمونہ ہیں اور آپ کی پیروی سے ہی لوگ محبوبِ خدا بن سکیں گے۔

سورۂ جمعہ کے پہلے رکوع میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دو بعثتوں کا ذکر ہے۔ ایک الاُمّیّٖن میں اور دوسری اٰخَرِیْن میں۔ سورۃ الواقعہ میں اللہ تعالیٰ نے اُمتِ محمدیہ کے متعلق فرمایا ہے ثُلَّۃٌ مِّنَ الْاَوَّلِیْنَ وَثُلَّۃٌ مِّنَ الْاٰخِرِیْنَ یعنی اس اُمت کے اوّلین و آخرین کی دو عظیم الشان جماعتیں خاص درجات حاصل کرنے والی ہیں۔ گویا یہ اُمت ہمیشہ باقی رہنے والی اُمت ہے۔ اسی لئے سورۂ نور میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں سے وعدہ فرمایا کہ میں تمہارے اندر خلفاء قائم کرتا رہوں گا۔ اُمتِ محمدیہ کی اس حفاظت اور نگہداشت کی وجہ یہ ہے کہ جس طرح قرآن مجید تمام کتابوں کا مہیمن ہے اور حضرت خاتم النبیین ساری اُمتوں اور نسلوں کے لئے رسول اور شہید ہیں اسی طرح آپ کی اُمت خیرِ اُمت ہے اور شہداء علی الناس ہے۔ اُمت کے افراد میں اگر خرابی پیدا ہوجائے تو اللہ تعالیٰ ان افراد کی بجائے دوسرے اشخاص کو کھڑا کریگا جو اسلام کے علمبردار اور قرآن مجید کی شریعت کو قائم کرنیوالے ہوں گے۔ اُمتِ مسلمہ کا دائمی فرض دعوت الی الخیر اور نہی عن المنکر ہے۔ فرمایا کُنْتُمْ خَیْرَ اُمَّۃٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْھَوْنَ عَنِ الْمُنْکَرِ (آل عمران: ۱۱۰)

پس بہائی صاحب کی پیش کردہ آیات اوّل تو اُمتِ مسلمہ سے متعلق نہیں۔ ان میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مکذبین کا ذکر ہے۔ دوسرے اگر یہ تسلیم بھی کر لیا جائے کہ آیت کی عمومیت کے پیش نظر اُمتِ مسلمہ کے لئے بھی اجل ہونا ضروری ہے اور ہر اجل کے لئے ایک

شریعت ہوتی ہے۔ تو جیسا کہ سطور بالا میں قرآن مجید کی آیات کی روشنی میں ثابت کیا جا چکا ہے کہ اُمتِ مُسلمہ یا اس خیر اُمت کے لئے سالوں یا صدیوں کے لحاظ سے کوئی اجل مقرر نہیں۔ قرآنی شریعت کا دَور مقررہ سالوں تک کے لئے نہیں بلکہ قرآنی شریعت دائمی اور غیر منسوخ شریعت ہے اور اُمتِ مُسلمہ کی اجل حقیقی قیامت تک ممتد ہے۔ پس بہائیوں کا مقصد پورا نہیں ہو سکتا جب تک وہ یہ ثابت نہ کر دیں کہ قرآن منسوخ شدہ شریعت ہے اور اس کا زمانہ ختم ہو گیا ہے اور اُمتِ مُسلمہ کی ہلاکت کا دَور آ چکا ہے۔ اور آئندہ کے لئے دینِ اسلام کی پیروی میں نجات نہیں ہے بہائیوں کے لئے ایسا ثابت کرنا ناممکن ہے۔ خدائے ذوالجلال صاف طور پر فرما چکا ہے وَمَنْ يَّبْتَغِ غَيْرَ الْاِسْلَامِ دِيْنًا فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْهُ وَ هُوَ فِي الْاٰخِرَةِ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ (آل عمران ۸۵) جو دینِ اسلام سے انحراف کرے اور کسی اور دین کی پیروی کو اپنا شعار بنالے وہ اللہ کے حضور خائب و خاسر رہے گا۔ کیونکہ اِنَّ الدِّيْنَ عِنْدَ اللّٰهِ الْاِسْلَامُ (آل عمران: ۱۹) کا اعلان ہو چکا ہے نیز فرمایا ہے۔ رَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا (المائدہ: ۳) کہ اب ہمیشہ کے لئے دینِ اسلام ہی رہے گا۔

بہائیوں کے تیسرے سوال کا جواب

سوال ۳ :-

بہائی صاحب نے تیسرا سوال الفاظِ ذیل میں کیا ہے :-

"کیا قیامت فنائے کُلی کا نام ہے۔ از روئے قرآن مجید کسی ایسی قیامتِ کبریٰ کا جس دن کہ ماسوا اللہ ہر چیز فنا ہو جائیگی کوئی ثبوت نہیں ملتا۔

الجواب :-

قیامت کے معنے اُٹھنے اور کھڑے ہونے کے ہیں قیامت کا لفظ بطور اصطلاح اس دن کیلئے استعمال ہوتا ہے جب زندہ وجودوں پر فنا طاری ہو کر انہیں دوبارہ اپنے اعمال کے مکمل بدلہ اور پوری پوری جزا و سزا کے لئے اٹھایا جائے گا۔

عقلی طور پر ہر حادث وجود کا فانی ہونا ضروری ہے اور جس مجموعہ کے تمام افراد فانی ہوں وہ مجموعہ بھی بہر حال فانی ہوگا۔ اسلامی مسلّمات میں یہ امر داخل ہے کہ اللہ تعالیٰ واحد لاشریک ہے اور وہ ہر چیز کا خالق ہے۔ فرمایا قُلِ اللّٰهُ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ وَّهُوَ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ (الرعد: ۱۶) کہ اللہ تعالےٰ واحد اور قہار ہے اور وہ ہر چیز کو پیدا کرنے والا ہے۔ پھر فرمایا وَخَلَقَ كُلَّ شَيْءٍ فَقَدَّرَهٗ تَقْدِيْرًا (الفرقان: ۲) اللہ تعالےٰ نے ہر چیز کو پیدا کیا اور اس کے لئے ایک اندازہ مقرر فرمایا۔

ظاہر ہے کہ جب سب چیزیں مخلوق ہیں اور خدا ہی واحد خالق ہے تو ہر چیز کا فانی ہونا ایک بدیہی امر ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَكُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ اِلَّا وَجْهَهٗ (قصص: ۸۸) کہ اللہ کے سوا ہر چیز ہلاکت پذیر ہے۔ پس ثابت ہوا کہ ماسوا اللہ ہر چیز فنا ہونے والی ہے۔

جہاں تک بہائی عقائد کا سوال ہے وہ بھی ہر چیز کو فانی مانتے ہیں۔ اسلئے یہ تو مسلّم امر ٹھہرا کہ ماسوا اللہ ہر چیز فانی ہے۔ اب صرف اتنا سوال رہ گیا کہ آیا یہ فنا قیامتِ کبریٰ کی صورت میں بھی ظہور پذیر

ہوگی یعنی ہر چیز فی الواقع ایک دن موت کا شکار ہوجائے گی اور صرف اللہ تعالیٰ ہی الحی القیوم ثابت ہوگا؟ اس سوال کی ذراسی تشریح کرنی ضروری ہے۔ یہاں سوال صرف قیامتِ کبریٰ کے متعلق ہے۔ جس سے معلوم ہوا کہ قیامتِ صغریٰ انہیں مسلّم ہے۔ اور یہ بات کچھ معقول نہیں کہ ایک قوم قیامتِ صغریٰ کی تو قائل ہو مگر قیامتِ کبریٰ کا انکار کرے۔

قرآن مجید میں قیامت کے بہت سے ثبوت موجود ہیں اور حشر و نشر کے متعلق نہایت تفصیل سے بحث کی گئی ہے۔ اس سارے مضمون کو تفصیلاً درج کرنے سے تو ایک کتاب بن جائے گی اسلئے اختصاراً چند امور درج ذیل ہیں:۔

اوّل:۔ قرآن مجید سے ثابت ہے کہ اس زمین و آسمان کا سلسلہ ایک مدت مقررہ تک کے لئے جاری ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰہَ یُوْلِجُ الَّیْلَ فِی النَّھَارِ وَ یُوْلِجُ النَّھَارَ فِی الَّیْلِ وَ سَخَّرَ الشَّمْسَ وَ الْقَمَرَ کُلٌّ یَّجْرِیْٓ اِلٰٓی اَجَلٍ مُّسَمًّی وَّ اَنَّ اللّٰہَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِیْرٌ (لقمان ۲۹)

دوسری جگہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

یُوْلِجُ الَّیْلَ فِی النَّھَارِ وَ یُوْلِجُ النَّھَارَ فِی الَّیْلِ وَ سَخَّرَ الشَّمْسَ وَ الْقَمَرَ کُلٌّ یَّجْرِیْ لِاَجَلٍ مُّسَمًّی ذٰلِکُمُ اللّٰہُ رَبُّکُمْ لَہُ الْمُلْکُ وَ الَّذِیْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِہٖ مَا یَمْلِکُوْنَ مِنْ قِطْمِیْرٍ۔ اِنْ تَدْعُوْھُمْ لَا یَسْمَعُوْا دُعَآءَکُمْ وَ لَوْ سَمِعُوْا مَا اسْتَجَابُوْا لَکُمْ وَ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ یَکْفُرُوْنَ بِشِرْکِکُمْ وَ لَا یُنَبِّئُکَ مِثْلُ خَبِیْرٍ ٥ (فاطر ۱۳،۱۴)

یہی مضمون سورۂ زمر آیت ۵ میں بیان ہوا ہے۔ ان آیات سے ظاہر ہے کہ موجودہ نظامِ عالم ایک مدت مقررہ تک کے لئے جاری ہے۔ وہ مدت مقررہ خواہ کتنی ہو مگر بہرحال ختم ہوگی اور اس کے بعد یوم القیامۃ شروع ہوگا۔ جیسا کہ سورۂ فاطر کی آیات میں صریح مذکور ہے۔

اللہ تعالیٰ نے سورۂ روم میں فرمایا ہے

اَوَلَمْ یَتَفَکَّرُوْا فِیْٓ اَنْفُسِھِمْ مَا خَلَقَ اللّٰہُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ وَ مَا بَیْنَھُمَآ اِلَّا بِالْحَقِّ وَ اَجَلٍ مُّسَمًّی وَ اِنَّ کَثِیْرًا مِّنَ النَّاسِ بِلِقَآئِ رَبِّھِمْ لَکٰفِرُوْنَ (الروم ۸)

کہ یہ زمین و آسمان ایک مدت مقررہ تک کے لئے ہیں اور پھر اللہ تعالیٰ کی ملاقات کا وقت مقرر ہے۔ منکرین پر دنیوی عذاب کے ذکر کے بعد فرمایا۔

وَ یَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَۃُ یَوْمَئِذٍ یَّتَفَرَّقُوْنَ فَاَمَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَھُمْ فِیْ رَوْضَۃٍ یُّحْبَرُوْنَ۔ وَ اَمَّا الَّذِیْنَ کَفَرُوْا وَ کَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَا وَ لِقَآئِ الْاٰخِرَۃِ فَاُولٰٓئِکَ فِی الْعَذَابِ مُحْضَرُوْنَ ٥ (روم: ۱۴-۱۶) ان آیات سے بھی ظاہر ہے کہ قیامت اس زمین و آسمان کے خاتمہ پر شروع ہوگی۔

دوم:۔ قیامت کے متعلق مندرجہ ذیل آیات میں مزید وضاحت کی گئی ہے یعنی یہ بتایا گیا ہے کہ کفار مرنے کے بعد حشر اور اٹھائے جانے کے منکر ہیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں اس خیال پر غلطی پر ٹھہراتے ہوئے قیامت میں لوگوں کے اکٹھے کئے جانے اور جزا و سزا پانے کا ذکر فرماتا ہے۔ فرمایا:۔

وَكَانُوْا يَقُوْلُوْنَ ءَ اِذَا مِتْنَا وَكُنَّا تُرَابًا وَّ عِظَامًا ءَ اِنَّا لَمَبْعُوْثُوْنَ ۔ قُلْ اِنَّ الْاَوَّلِيْنَ وَالْاٰخِرِيْنَ لَمَجْمُوْعُوْنَ اِلٰى مِيْقَاتِ يَوْمٍ مَّعْلُوْمٍ (الواقعہ ۴۷-۵۰)

پھر فرمایا:۔

زَعَمَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَنْ لَّنْ يُّبْعَثُوْا قُلْ بَلٰى وَرَبِّيْ لَتُبْعَثُنَّ ثُمَّ لَتُنَبَّؤُنَّ بِمَا عَمِلْتُمْ وَ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرٌ (التغابن: ۷)

تیسرے مقام پر فرمایا ہے:۔

يَقُوْلُوْنَ ءَ اِنَّا لَمَرْدُوْدُوْنَ فِي الْحَافِرَةِ ۝ ءَ اِذَا كُنَّا عِظَامًا نَّخِرَةً ۝ قَالُوْا تِلْكَ اِذًا كَرَّةٌ خَاسِرَةٌ ۝ فَاِنَّمَا هِيَ زَجْرَةٌ وَّاحِدَةٌ ۝ فَاِذَا هُمْ بِالسَّاهِرَةِ ۝ (النازعات: ۱۰-۱۴) وَقَالُوْا مَا هِيَ اِلَّا حَيَاتُنَا الدُّنْيَا نَمُوْتُ وَنَحْيَا وَمَا يُهْلِكُنَآ اِلَّا الدَّهْرُ وَمَا لَهُمْ بِذٰلِكَ مِنْ عِلْمٍ اِنْ هُمْ اِلَّا يَظُنُّوْنَ ۔ وَاِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيٰتُنَا بَيِّنٰتٍ مَّا كَانَ حُجَّتَهُمْ اِلَّآ اَنْ قَالُوا ائْتُوْا بِاٰبَآئِنَآ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۝ قُلِ اللّٰهُ يُحْيِيْكُمْ ثُمَّ يُمِيْتُكُمْ ثُمَّ يَجْمَعُكُمْ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ لَا رَيْبَ فِيْهِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ

(الجاثیہ ۲۴-۲۷)

ان آیات سے ثابت ہے کہ کفار حشر اور بعث کا انکار کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے قول کی تردید کی ہے اور فرمایا کہ بعث ایک ضروری چیز ہے کیونکہ قیامت اور الیوم الآخر کو اللہ تعالیٰ نے ایمانیات میں شامل فرمایا ہے اور یہ ہو کر رہنے والی بات ہے۔ جیسا کہ فرمایا:۔

اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ لَيَجْمَعَنَّكُمْ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ لَا رَيْبَ فِيْهِ وَ مَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ حَدِيْثًا ۝

(النساء: ۸۷)

قرآن مجید الیوم الآخر کے منکر کو کافر اور ضال قرار دیتا ہے۔ فرمایا:۔

وَمَنْ يَّكْفُرْ بِاللّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًاۢ بَعِيْدًا ۝

(النساء: ۱۳۶)

پس ثابت ہوا کہ قرآن مجید ایک ایسے بعث کی خبر دیتا ہے جس میں سب لوگ اکٹھے کئے جائیں گے اور انہیں ان کے اعمال کی جزا و سزا مکمل طور پر دی جائے گی۔ کافر لوگ اس بعث کے منکر تھے۔ قرآن مجید ان کی تردید کرتا ہے۔

سوم:- قیامت کا مسئلہ ایمانیات میں داخل ہے اور مومن ہمیشہ الیوم الآخر پر ایمان لاتے رہے ہیں۔ لیکن اس کی کیفیت اپنے اندر ایک اخفاء کا پہلو رکھتی ہے ورنہ اسے ایمانیات میں شامل ہی کیوں کیا جاتا۔ آیاتِ قرآنیہ میں بیسیوں مقامات پر قیامت کا تذکرہ پایا جاتا ہے۔ ہم اس جگہ اختصار کی خاطر صرف دو مقامات کی آیات درج کرتے ہیں۔ فرمایا:-

مَا يَنْظُرُونَ إِلَّا صَيْحَةً وَّاحِدَةً تَأْخُذُهُمْ وَهُمْ يَخِصِّمُونَ ۝ فَلَا يَسْتَطِيعُونَ تَوْصِيَةً وَّلَا إِلَىٰ أَهْلِهِمْ يَرْجِعُونَ ۝ وَنُفِخَ فِي الصُّورِ فَإِذَا هُمْ مِنَ الْأَجْدَاثِ إِلَىٰ رَبِّهِمْ يَنْسِلُونَ ۝ قَالُوا يَا وَيْلَنَا مَنْ بَعَثَنَا مِنْ مَّرْقَدِنَا هَٰذَا مَا وَعَدَ الرَّحْمَٰنُ وَصَدَقَ الْمُرْسَلُونَ ۝ إِنْ كَانَتْ إِلَّا صَيْحَةً وَّاحِدَةً فَإِذَا هُمْ جَمِيعٌ لَّدَيْنَا مُحْضَرُونَ ۝ فَالْيَوْمَ لَا تُظْلَمُ نَفْسٌ شَيْئًا وَّلَا تُجْزَوْنَ إِلَّا مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ ۝ إِنَّ أَصْحَابَ الْجَنَّةِ الْيَوْمَ فِي شُغُلٍ فَاكِهُونَ ۝ هُمْ وَأَزْوَاجُهُمْ فِي ظِلَالٍ عَلَى الْأَرَائِكِ مُتَّكِئُونَ ۝ لَهُمْ فِيهَا فَاكِهَةٌ وَّلَهُمْ مَّا يَدَّعُونَ ۝ سَلَامٌ قَوْلًا مِّنْ رَّبٍّ رَّحِيمٍ ۝ وَامْتَازُوا الْيَوْمَ أَيُّهَا الْمُجْرِمُونَ ۝

(یٰسین ۴۹ - ۵۹)

دوسری جگہ فرمایا:-

وَمَا قَدَرُوا اللَّهَ حَقَّ قَدْرِهِ ۖ وَالْأَرْضُ جَمِيعًا قَبْضَتُهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَالسَّمَاوَاتُ مَطْوِيَّاتٌ بِيَمِينِهِ ۚ سُبْحَانَهُ وَتَعَالَىٰ عَمَّا يُشْرِكُونَ ۝ وَنُفِخَ فِي الصُّورِ فَصَعِقَ مَنْ فِي السَّمَاوَاتِ وَمَنْ فِي الْأَرْضِ إِلَّا مَنْ شَاءَ اللَّهُ ۖ ثُمَّ نُفِخَ فِيهِ أُخْرَىٰ فَإِذَا هُمْ قِيَامٌ يَنْظُرُونَ ۝ وَأَشْرَقَتِ الْأَرْضُ بِنُورِ رَبِّهَا وَوُضِعَ الْكِتَابُ وَجِيءَ بِالنَّبِيِّينَ وَالشُّهَدَاءِ وَقُضِيَ بَيْنَهُمْ بِالْحَقِّ وَهُمْ لَا يُظْلَمُونَ ۝ وَوُفِّيَتْ كُلُّ نَفْسٍ مَّا عَمِلَتْ وَهُوَ أَعْلَمُ بِمَا يَفْعَلُونَ ۝

(زمر ۶۸ — ۷۰)

ان آیات میں حشر اور قیامت کے واقعات کا اجمالی طور پر ذکر ہے اور بتایا گیا ہے کہ اس طرح سے مُردوں کے قبروں سے نکلنے اور میدانِ حشر میں جمع ہونے کا وعدہ خدائے رحمٰن کی طرف سے ہے اور جملہ انبیاء یہ وعدہ دلاتے آئے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قیامت پر ایمان لانے کو ایمانیات کے زمرہ میں شامل کیا ہے۔ (بقرہ : ۱۷۷)

چہارم:- قرآن مجید نے قیامت کی ضرورت پر فرمایا ہے کہ:-

فَكَيْفَ إِذَا جَمَعْنَاهُمْ لِيَوْمٍ لَّا رَيْبَ فِيهِ وَوُفِّيَتْ كُلُّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُونَ (آل عمران ۲۵)

سورۂ زمر میں فرمایا :-

وَوُفِّيَتْ كُلُّ نَفْسٍ مَّا عَمِلَتْ وَهُوَ اَعْلَمُ بِمَا يَفْعَلُوْنَ (زمر: ۷۰)

ایک تیسرے موقع پر ارشاد ہے :-

وَمَنْ يَّغْلُلْ يَاْتِ بِمَا غَلَّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ثُمَّ تُوَفّٰى كُلُّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ (آل عمران ۱۶۱)

چوتھے موقع پر فرمایا :-

كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ ؕ وَاِنَّمَا تُوَفَّوْنَ اُجُوْرَكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ فَمَنْ زُحْزِحَ عَنِ النَّارِ وَاُدْخِلَ الْجَنَّةَ فَقَدْ فَازَ ؕ وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ اِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ ۝ (آل عمران: ۱۸۵)

ان آیات میں بتایا گیا ہے کہ انسان کے اعمال کا کامل بدلہ اس کی زندگی میں اسے نہیں ملتا۔ اور یہ بات ہمارے مشاہدہ کی رُو سے بھی ثابت ہے کہ ایک انسان نیکی کرتا ہے مگر اُسے پُورا بدلہ نہیں ملتا۔ انسان کے نیک کاموں میں سے بعض تو سرا انجام ہی وہ کو موت اور شہادت سے پاتے ہیں۔ یا ایک انسان بدی کرتا ہے مگر اس کی پوری سزا اُسے اس دُنیا میں نہیں ملتی۔ پھر یہ بھی ظاہر ہے کہ انسانی اعمال میں سے بعض اعمال سمندر کی لہروں کی طرح ہوتے ہیں جن کا ایک لمبا سلسلہ چلتا ہے۔ بعض نیکی اور بدی کی تحریکات سالوں بلکہ صدیوں تک جاری رہتی ہیں ان کا کامل بدلہ دیئے جانے کے لئے ان سارے اعمال کا مجموعہ اختتام پذیر ہونا ضروری ہے۔ قرآن مجید نے بتلایا ہے کہ کامل بدلہ اور پُوری سزا انسانی اعمال کی لہروں کے خاتمہ پر جبکہ اس دُنیا پر بھی ایک فنا طاری ہونے کے بعد ایک نیا دور شروع ہوگا انسان کو ملتی ہے۔ اور یہ امر خود قیامت کے وجود پر ایک دلیل اور اس کی ضرورت کو واضح کرنے والا امر ہے۔

مَیں ذکر کر چکا ہوں کہ قرآن مجید میں قیامت کے متعلق تفصیل سے ذکر موجود ہے۔ ساری تفصیل اس وقت پیش کرنے کا موقع نہیں۔ جس قدر بیان ہوا ہے اُمید ہے کہ اس سے معترض کی تسلی ہو جائیگی اور اگر ضرورت پڑی تو پھر مزید تفصیل عرض کی جا سکتی ہے۔ اس جواب کو ختم کرنے سے پہلے یہ امر واضح کرنا بھی ضروری ہے کہ قرآن مجید اور احادیث کی رُو سے قیامتِ کبریٰ کے علاوہ فرد کی ذاتی قیامت اور قوموں کے عروج و زوال کی قیامت بھی مذکور ہے۔ بہائی لوگ باقی قیامتوں کے تو منکر نہیں مگر قیامتِ کبریٰ کے منکر ہیں اسلئے مَیں نے اپنے جواب کو اس دائرہ میں محدود رکھا ہے۔ والسلام علیٰ من اتّبع الھُدیٰ ✦

خاکسار ابو العطاء جالندھری

۱۸ ۳/۵۵ ربوہ

تفسیر کبیر کا نایاب نسخہ

حضرت امام جماعت احمدیہ ایدہ اللہ بنصرہ نے سورۂ یونس سے سورۂ کہف تک کی تفسیر تحریر فرمائی تھی۔ یہ جزو بہت جامع اور مفصل ہے۔ کافی عرصہ سے یہ کتاب نایاب ہے۔ ایک دوست نے اس کا ایک نسخہ ہمارے پاس بھیجا ہے۔ وہ اسکی قیمت پچاس روپے لیں گے۔ ضرورتمند دوست طلب کر سکتے ہیں ✦

مینجر مکتبہ الفرقان۔ ربوہ

اسباقِ طب

(۱)

گفت حکمت را خدا خیرِ کثیر * ہر کجا ایں خیر را بینی بگیر

(از جناب ڈاکٹر عبد الحمید صاحب چغتائی لاہور)

حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ نے مبلغینِ سلسلہ کو علم طب کی طرف متوجہ فرمایا تھا حضور کی یہ خواہش ہی میرے اِس مضمون کی محرک ہوئی ہے احباب کو چاہیئے کہ وہ اِس سلسلۂ مضمون کو محفوظ رکھیں۔ داشتہ آید بکار۔

تمہید اسلامی اطباء نے اطباء یونان کے نظریات کو ہی اپنا لیا تھا اور اپنی طِب کی اساس بھی انہیں اصولوں پر رکھی تھی۔ چنانچہ بغیر کوئی نیا نظریہ پیش کئے وہ اسی طریقِ علاج پر قانع ہو گئے اور ہر غلط سطابات کو بھی وہ اپنے پیچیدہ منطقی دلائل سے صحیح ثابت کرنے کی کوشش کرتے رہے۔ مثلاً دورانِ خون کے وہ قائل نہ تھے بلکہ رگوں میں روحِ حیوانی کو جاری وساری سمجھتے تھے۔ دائیں گردے کو بائیں گردے کی سطح سے نیچے مانتے تھے۔ حالانکہ معاملہ برعکس ہے۔ خطِ استوا کو معتدل خطہ تسلیم کرتے تھے۔ حالانکہ یہ خطہ سب سے گرم ہے۔ امراض کا حدوث اخلاطِ بدن کے سوءِ مزاج کی طرف منسوب کرتے تھے حالانکہ حدوثِ امراض میں کئی عوامل شامل ہیں۔ بدن میں خلطِ سودا کے قائل تھے حالانکہ اس کی کوئی شہادت موجود نہیں۔ وغیرہ وغیرہ

اِس کورانہ تقلید کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ اپنی غلطیوں پر زیادہ شدت کے ساتھ اڑ گئے اور اصلاح کی صورت ناپید ہو گئی۔ دواؤں کے افعال وخواص اس قدر مبہم تھے کہ وہ ایک ایک نسخے میں سینکڑوں ادویہ شامل کر دیا کرتے تھے۔ اور پھر ان کی طرف اکسیری فوائد منسوب کر دیتے تھے۔ چنانچہ تریاق فاروق کے اصل نسخے میں ۱۵۳ اجزاء شامل تھے۔ یہ دوا عرصہ دراز تک ایک اہم صفت اکسیر خیال کی گئی۔ یہاں تک کہ اٹلی کے اطباء نے اس نسخے کے کچھ اجزاء بیکار سمجھ کر نکال دیئے۔ پھر یہ سلسلۂ حذف کئی سال تک جاری رہا اور مسلسل تجربات کے بعد اِس مرکب کی دوائیں کم کرتے کرتے آخر میں صرف شیرہ قند سیاہ رہ گیا جسے وہ *Treacle* ٹریکل یا تریاق کہتے تھے۔ گویا بے کار اور بے سود ادویہ کے مجموعہ کا نام تریاق رکھا ہوا تھا۔

غرض ہمارا علم العلاج ایک دلفریب اور شاعرانہ تخیل کی ٹیپ ٹاپ سے بہت زیادہ مرصع تھا جس میں حقیقت کم اور شاعری زیادہ تھی۔ یہی وجہ ہے کہ ہماری قرابادینوں کو اکذب الکتب کہا جاتا تھا۔

تِلْكَ اُمَّةٌ قَدْ خَلَتْ لَهَا مَا
كَسَبَتْ وَلَكُمْ مَّا كَسَبْتُمْ
وَلَا تُسْئَلُوْنَ عَمَّا كَانُوْا
يَعْمَلُوْنَ ٥

علاج معالجہ میں بھی وہ دقیانوسی قواعد کے

پابند تھے۔

ہر مرض میں منضج و مسہل کا چکر، فصد، حجامت (پچھنے)، ارسال علق (جونک لگانا)، عمل کیّ (زندہ جسم کو انگارہ کئے ہوئے لوہے سے داغ دینا) استفراغ عام و خاص، مریضوں کی غذا میں مونگ کی دال کی کھچڑی بخاروں میں پانی پینے کی ممانعت، مرض کی حالت میں تازہ ہوا اور روشنی سے پرہیز، صحیح تیمارداری کا فقدان وغیرہ مریضوں کے لئے سوہانِ روح بن گیا تھا۔

امراء کے علاج معالجہ کے لئے ہزاروں روپیہ کے صرفہ سے بیش قیمت اجزاء و جواہرات کے مفرحات، معاجین، لبوب، خمیرے، لعوق، حبوب، مربّے، ماء اللحم اور نبیذ تیار کئے جاتے تھے۔ غرباء کے علاج کے لئے مقامی عقاقیر کی طرف توجہ کی جاتی تھی۔ وغیرہ

اس طرح سے یہ طب حکومت کی سرپرستی میں پروان چڑھی اور بہت کچھ مفید ذخیرہ جمع ہوگیا۔ لیکن زمانہ نے ایک کروٹ لی۔ روم کے اطباء نے محسوس کیا کہ قانون بوعلی سینا اور زہراوی کی الجراحت کے دروس نے ان کے اذہان کو بیکار کردیا ہے اور ان کے مشاہدات اور فکر کی قوتیں سلب ہوکر رہ گئی ہیں اسلئے انہوں نے ایک دن جمع ہوکر بوعلی سینا کا قانون اور زہراوی کی الجراحت کو پھاڑ ڈالا اور ان کتابوں کو آگ میں ڈال دیا۔ اب وہ یونانی نظریات پہ کڑی تنقید کرنے لگے۔ چنانچہ جن اصولوں کو لوگ بڑی عظمت سے دیکھتے تھے ان کا تاروپود بکھرنا شروع ہوا۔ اس پہ عینی مشاہدات نے مہمیز کا کام دیا اور عملی تجسس نے ان میں ایک نئی روح پھونک دی۔

يَهْدِي مَنْ يَشَاءُ إِلَىٰ صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ

نتیجہ یہ ہوا کہ نئے علوم کی اساس رکھی گئی اور تجربات و مشاہدات نے لغو منطق کی جگہ لے لی۔

يُخْرِجُهُمْ مِنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّورِ

موجودہ ایلوپیتھک طریق علاج جسے ہم ڈاکٹری یا مغربی علاج کہتے ہیں ابتدا میں اسی دقیانوسی طب کی ایک کڑی تھی لیکن نئے زاویۂ نگاہ سے یہ طریق علاج برابر ترقی کرتا گیا یہاں تک کہ نیا طریق تمام دُنیا میں پھیل گیا اور آج ہندوستان و پاکستان کے سوا یونانی طب کا وجود کہیں موجود نہیں۔

عصرِ حاضر میں مغربی طب کی ترقیات اسقدر برق رفتار ہیں کہ اس ترقی کے ساتھ کسی کا ہم رکاب رہنا بھی محال ہوگیا ہے۔

لَيْسَ لِلْإِنْسَانِ إِلَّا مَا سَعَىٰ

یورپین طب نے علم صحیح کو پیش کرنے میں ہر ممکن سعی کی ہے اور طب کے ہر شعبہ میں ایسے ایسے نادر رموز و نکات کو وا انکشاف کیا ہے کہ مُنہ سے بے ساختہ نکلتا ہے۔ فَتَبَارَكَ اللَّهُ أَحْسَنُ الْخَالِقِينَ لیکن ابھی لاکھوں اسرار ایسے ہیں جن کی عقدہ کشائی نہیں ہوئی۔ مثلاً ابھی تک جگر کے افعال کا ہی پورا پورا علم حاصل نہیں ہوا کہ بدن میں وہ کیا کیا کام کرتا ہے اور کس طرح سے سمیات بطنیہ کو بے اثر بناتا رہتا ہے اور کون کون سے افرازات پیدا کرتا ہے جو قیام صحت کیلئے ضروری ہیں۔

اسی طرح غیر قناتی غدد (Ductless glands) کے پورے پورے افعال بھی پردۂ راز میں ہیں۔ گویا عِنْدَهُ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَا إِلَّا هُوَ۔ غرض طبی ترقی کی کوئی حد بسیط نظر نہیں آتی۔ ان عجائبات کا انکشاف یورپ اور امریکہ کیلئے مقدر تھا سو یہ قومیں آج مشعلِ علم کی حامل ہیں۔ إِنَّ اللَّهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتَّىٰ يُغَيِّرُوا مَا بِأَنْفُسِهِمْ۔

مسلمان قدیم یونانیوں کی خرافات پر قناعت کرگئے

اسلئے وہ میدان مار گئے۔ یورپ نے کورانہ تقلید کا جوا اتار پھینکا اور اپنے اذہان پر زور دیا۔ اپنی عقل و فکر سے فائدہ اٹھایا اور وہ گوئے سبقت لے گئے۔ ھل یستوی الذین یعلمون والذین لا یعلمون۔

اب جس طرح ہمارے بعض اطباء متقدمین کے طبی سرمایہ کو منزل من السماء خیال کرتے ہیں اور اپنی پرانی کتابوں کے متعلق فرماتے ہیں کہ فبایّ حدیث بعدہٗ یؤمنون۔ اور جب انہیں عصر حاضر کی کوئی تحقیق بتلائیں تو کہہ دیتے ہیں ان ھٰذا الّا اساطیر الاوّلین۔

اسی طرح ہمارے ملکی ڈاکٹروں کا تعصب اور تنگ نظری بھی اپنی نظیر نہیں رکھتی۔ دیسی ادویہ سے انہیں اس قدر مغائرت ہے کہ وہ ان کی نفع بخشی کے قائل ہی نہیں۔

میں ایک دفعہ ایک ڈاکٹر صاحب کے پاس بیٹھا تھا۔ کہ ایک عورت اپنے بیمار بچے کو لیکر آئی۔ گرمی کا موسم تھا اور بچہ عطاش میں مبتلا تھا۔ پیاس کی شدت سے بیکل اور اسہال کی وجہ سے نڈھال ہو رہا تھا۔ میں نے بچے کی حالتِ زار کو دیکھا تو اس عورت سے کہا کہ تم طباشیر اور زیرہ سفید پیس کر چٹکی چٹکی بچّہ کو دو اور عرق بید مشک اور زہر مہرہ پلاؤ۔ اسکے سر پر برف سے سرد کیا ہوا مکھن رکھو۔ پھلوں میں سے لیچی کا پانی پلاؤ۔ اس پر ڈاکٹر صاحب بہت بگڑے اور کہا کہ فضول باتیں ہیں اور اسے کیمولین کا مکسچر لکھ دیا۔ میں نے سمجھا کہ ڈاکٹر ایک معذور اور تنگ نظر شخص ہے اور اسے دیسی علاج سے ایک عناد اور ضد ہے۔ دیسی طب میں بعض خوبیاں ایسی ہیں جن سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔ بعض امراض کا علاج اس طریق سے نہایت کم خرچ اور عمدہ طور پر ہو جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ابھی تک یہ طریقِ علاج زندہ بھی ہے۔ ہمارے ملک میں جو علاج یونانی طب کی طرف منسوب ہے وہ یونانی علاج نہیں بلکہ ہندوستانی علاج ہے۔ عصرِ حاضر میں ہمارے اطباء فصد و حجامت، ارسالِ علق اور داغ دینے کے فرسودہ اعمال، منضج اور مسہل کے قواعد تقریباً چھوڑ بیٹھے ہیں۔ اور مختصر مرکبات سے کام لے رہے ہیں جو لمبے تجربات سے مفید ثابت ہوئے ہیں۔ فامّا الزبد فیذھب جفاءً وامّا ما ینفع الناس فیمکث فی الارض۔ اسکے علاوہ گزشتہ نصف صدی سے ہندوستانی معالجات میں انگریزی، دیسی اور ویدک ادویہ بھی شامل ہو رہی ہیں اور اس مفید مشترک طریق علاج کی ابتداء غالباً حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام یا خلیفہ اوّل حضرت حکیم مولوی نور الدین صاحب رضی اللہ عنہ نے فرمائی تھی۔ مثال کے طور پر میں حضرت مسیح موعودؑ اور حضرت خلیفہ اوّلؓ کا ایک ایک نسخہ ہدیہ ناظرین کرتا ہوں :-

حضرت مسیح موعودؑ کا ایک نسخہ برائے دِق و سِل

تخم دھتورہ	کافور	بھنگ	افیون	مغز بداذ	کونین سلفیٹ
تولہ	تولہ	تولہ	تولہ	۲۰ تولہ	۴ ماشہ

رب السوس	ست گلو	طباشیر
۲۰ تولہ	تولہ	تولہ

حبوب بقدر نخود بنالیں۔ صبح و شام کھلائیں۔

حضرت خلیفہ اوّلؓ کا ایک نسخہ برائے بخار

یوکونین	ست گلو	کشتہ مرجان
۲ گرین	۴ گرین	۲ گرین

ایسی ایک پڑیہ صبح ایک شام ہمراہ شربت نیلوفر دیں۔

غرض اِس طریق کی ابتداء تو ہو چکی ہے۔ آج طبی اخباروں میں ڈاکٹری معالجات اور نئی نئی تحقیق پر آئے دن مُراز معلومات مضامین شائع ہوتے رہتے ہیں۔ غرض اطباء تو ڈاکٹری معالجات کو جھانک کر دیکھ لیتے ہیں اور ان میں ۹۰ فیصدی لکھے پڑھے لوگ انگریزی دواؤں سے واقف ہیں جنہیں وہ درست طور پر استعمال بھی کر لیتے ہیں مگر ہمارے ڈاکٹر صاحبان متعدد

(باقی صفحہ ۳ پر)

بہترین نصیحت

[ذیل کا مضمون مکرم مولوی برکت اللہ صاحب شاہد نے رسالہ ریڈرز ڈائجسٹ سے الفرقان کے لئے ترجمہ کیا ہے۔ اصل لکھنے والے موجودہ امریکن گورنمنٹ کے سیکرٹری زراعت ہیں جو مارمن فرقہ سے تعلق رکھتے ہیں اور پریذیڈنٹ آئزن ہاور کے بہت بڑے معتمد ہیں۔ قرآن مجید نے فرمایا ہے أَمَّنْ يُجِيبُ الْمُضْطَرَّ إِذَا دَعَاهُ کہ اللہ تعالیٰ ہر مضطر کی دعا کو قبول کرتا ہے۔ یہ مضمون اس صداقت کا ایک بیّن ثبوت ہے۔ (ایڈیٹر)]

ایک چھوٹے سے فارم پر گیارہ مضبوط اور صحتمند بچوں کو پال پوس کر جوان بنا دینا کوئی معمولی کام نہ تھا۔ پھر بھی میرے ماں باپ نے اپنے آپ کو اس کام کیلئے وقف کر دیا تھا کیونکہ انکا یہ عقیدہ تھا کہ وہ ہر وقت خدا وند کے حضور حاضر ہو سکتے ہیں اور یہ کہ وہ اس کام کو تکمیل تک پہنچانے میں ان کی مدد کریگا انہیں مستقبل کا ڈر نہ تھا۔

میرے باپ کی مشہور نصیحت یہ تھی کہ "ہمیشہ یاد رکھو کہ جو کچھ بھی تم کرو اور یا جہاں کہیں بھی تم ہو تم کبھی اکیلے نہیں ہو گے۔ تمہارا روحانی باپ ہمیشہ تمہارے نزدیک ہو گا۔ تم اس کے پاس پہنچ سکتے ہو اور دعا کے ذریعہ اس کی مدد حاصل کر سکتے ہو" اپنی زندگی میں میں نے دعا پر انحصار رکھنے کی نصیحت کو دیگر تمام نصائح پر جو کبھی مجھے کی گئی ہوں زیادہ عمدہ اور پیارا سمجھا ہے۔ اور یہ نصیحت گویا میرا ایک جزو دین بن گئی ہے یہ میرے لئے ایک سہارے کا رتبہ ہے اور میری قوت کا ایک مستقل منبع ہے۔

میری ابتدائی زندگی میں ایک بہت خطرناک موقع پر دعا میرے کام آئی۔ میں مارمن چرچ کی طرف سے انگلستان میں مشنری تھا۔ میں اور میرا ساتھی ولیم ہیرس ایک ایسے مشتعل ہجوم کے سامنے جو کہ نزدیک کے شراب خانوں کے مفسد عنصر کی وجہ سے بہت بڑھ گیا تھا بیٹھے سے بیٹھے جوڑے ایسے آدمیوں کے سامنے کھڑے تھے جو ہمیشہ شور و شغب کرنے کے شوقین اور ہنگامہ فساد کرنے سے بھی گریز نہیں کرتے۔

وہ جو شروع میں ایک معمولی تبلیغی جلسہ تھا جلد ہی ایک غضبناک اور بے قابو ہجوم بن گیا۔ بہت سی جھوٹی اور بغض پیدا کرنے والی افواہیں ہمارے چرچ کے مشاغل کے متعلق پھیلائی گئی تھیں۔

ہجوم اب حرکت کرنے لگا۔ کسی نے پیچھے سے آواز دی "یہ ہنگامہ کیسا ہے؟" جس کے جواب میں چند آوازیں چلائیں کہ "یہ وہی بدمعاش مارمن ہیں" اس جواب نے ایک شورش کا مظاہرہ پیدا کر دیا۔ "آؤ ہم انہیں پاؤں کے نیچے روند ڈالیں۔ آؤ ان کو دریا میں پھینک دیں"

ہجوم دھکیل کر آگے آیا اور ہمیں زمین پر گرا کر روندنے کی کوشش کرنے لگا۔

اپنی تشویش میں میں خاموشی سے خدا کے حضور اس کی رہنمائی اور حفاظت کے لئے دعا کرتا رہا۔ جب ایسی حالت ہو گئی کہ میں اب زیادہ مقابلہ نہیں کر سکتا تھا تو ایک مضبوط گرانڈیل آدمی دھکیل کر راستہ بناتا ہوا میرے پاس آ گیا اور اونچی آواز میں کہنے لگا۔ "میں تمہارے ہر لفظ پر جو تم نے آج رات کہے ہیں یقین رکھتا ہوں۔ میں تمہارا دوست ہوں" جونہی اس نے یہ کہا ایک چھوٹا سا دائرہ ہمارے گرد خالی ہو گیا۔ یہ میرے لئے میری دعاؤں کا ایک فوری جواب تھا۔ اگلی

بات جو مَیں نے دیکھی یہ تھی کہ ایک تنومند انگریز سپاہی ہمیں حفاظت کے ساتھ ہجوم میں سے نکال کر ہماری قیام گاہ کو واپس لے جا رہا ہے۔

اس خطرناک اور مشکل وقت میں دعا کی مدد لینا مایوسی کی وجہ سے نہ تھا۔ یہ تو صرف دعا کرنے کے خاندانی محبوب رواج کا نتیجہ تھا جس میں کہ مَیں اپنے بہت ہی چھوٹی عمر کے زمانہ سے گھرا ہوا تھا۔ جب ہم تعداد میں اور عمر و قد میں بڑے ہو گئے تو ہم نئے بنے ہوئے کھانے کے کمرے میں منتقل ہو گئے۔ بچپن میں ہم سب باری باری اپنی سادہ اور دلی دعائیں پیش کرتے۔ اور اب مَیں کتنا شکر گزار ہوں کہ میرے اپنے گھر میں ہم نے اس عادت کو جاری رکھا اور میری وفادار بیوی اور بچے اس کو قوت اور اطمینان کا کبھی ختم نہ ہونے والا منبع یقین کرتے ہیں۔

یورپ میں دوسری جنگِ عظیم کے ختم ہونے پر مجھے یورپ اور مشرق قریب کی چودہ قوموں کے امن کی مشکلات اور مصائب کو دور کرنے کے انتظامات کے لئے لندن بھیجا گیا۔ چونکہ ہمارا عملہ لوگوں کو ضروری چیزیں مہیا کرنے اور تقسیم کرنے کے لئے خاص طور پر اور عمدہ طور پر منظم کیا گیا تھا۔ اسلئے ہم اس کام کو خود کرنے کے خواہشمند اور فکرمند تھے لیکن جرمنی اور آسٹریا میں جہاں ضرورت شدید تھی ہمیں اجازت نہیں مل رہی تھی فوجی حکام کسی قسم کی خاص رعایت دینا نہیں چاہتے تھے اور ہم پورا کو بڑا لینے کا تہیہ کئے ہوئے تھے۔ مَیں نے سب سے اعلیٰ فوجی افسر سے ملاقات کی درخواست کی لیکن مجھے صاف جواب دیدیا گیا بہت سے لوگوں کی مایوس کن حالت دیکھ کر مَیں نے روزہ اور دعاؤں کے ذریعہ خدائی رہنمائی حاصل کرنے کا ارادہ کیا۔ جلد ہی ایک یقین کی کیفیت نے میری پریشانی کی جگہ لے لی۔ مَیں نے محسوس کیا کہ خدا تعالیٰ مجھے اپنی طاقت میں شریک فرما رہا ہے۔ ایک مجبور کر دینے والی طاقت نے مجھے ایک دفعہ پھر اس افسر سے ملاقات کرنے کے لئے شدت سے اُبھارا۔ چنانچہ مَیں جنرل کے نائب کے پاس اعتماد کی ایک نئی لہر لئے ہوئے پہنچا۔ چند منٹ ہی میں مجھے ملاقات کی اجازت دے دی گئی۔ جنرل نے میری تمام باتیں سُنیں اور ہماری درخواست منظور کر لی۔

پولینڈ میں بہت سے بکھرے ہوئے گروہ بہت بُری حالت میں تھے۔ تاہم چھ ہفتوں کی گفت و شنید کے بعد بھی ہمارے ویزے نہیں ملے تھے۔ اسلئے پھر مَیں اپنے کمرے میں الگ ہو کر دعاؤں اور مراقبہ کی طرف متوجہ ہوا اور دوبارہ مجھے یقین حاصل ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ ہمارے آگے آگے چلے گا اور ہمارے لئے راستہ تیار کرے گا۔ جونہی میں اپنے ساتھی کے کمرے میں داخل ہوا۔ مَیں نے اُسے کہا کہ ”اپنے تھیلے باندھ لو ہم پولینڈ جانے کے لئے روانہ ہو رہے ہیں“

اس کے بعد وہ واقعات ہوئے جو بہتوں کے لئے ناقابلِ یقین ہیں۔ اُس غیرمرئی طاقت نے ہر ایک روک کو دُور کر دیا۔ اُس افسر نے جس نے ہمیں اجازت دینے سے انکار کر دیا تھا خود دس منٹ کے اندر اندر ہمیں روانہ کر دیا۔

وارسا میں ہم نے اپنا مقصد اپنے ایک امریکی ساتھی سے بیان کیا۔ اُس نے کہا ”مسٹر بینسن اگر تم سمجھتے ہو کہ یہ سارا سفر تم ایک ہفتہ میں کر لوگے تو تم احمق ہو۔ مَیں ایک ماہ سے یہاں ہوں اور مجھے ایک جیپ گاڑی تک بھی نہ مل سکی جو مجھے اس شہر کی حدود سے باہر لے جا سکے۔“

ہم اُسے دوبارہ ایک ہفتہ کے بعد ملے جبکہ ہم اس جہاز کا انتظار کر رہے تھے جس نے ہمیں پولینڈ سے باہر لے جانا تھا۔ جب ہم نے اس کے سامنے اپنے مقصد میں کامیابی کے متعلق بیان کیا تو سخت حیرت سے کہنے لگا کہ "میں ہرگز یقین نہیں کرتا" ہم کو اِس بات کا علم ہے کہ اللہ تعالیٰ ہماری پرواہ کرنے والا ہے اور جب بھی ہم نیک کام کریں اور اس پر توکل رکھیں تو وہ ہماری مدد کرنے کو تیار ہے روح کو تسلی دینے والا ہے۔ ان لوگوں کے لئے کوئی بھی خوف کی جگہ نہیں جو اپنے قادر خدا پر توکل رکھتے ہیں اور جو دُعا کے ذریعہ اس کی رہنمائی حاصل کرنے کے لئے انکساری دکھانے میں تامل نہیں کرتے۔ خواہ وہ مرد ہوں یا عورت۔

اگرچہ عداوتیں پیدا ہوں گی نشیب و فراز آئیں گے لیکن دُعا کے ذریعہ ہم یقین کی کیفیت پا سکتے ہیں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ روح پر سکینت کا کلام نازل فرمائے گا۔ یہ سکینت و طمانیت کی کیفیت ایک بہت بڑی نعمت ہے۔ اگر میں کسی کے لئے ایک انمول تحفہ کی خواہش کروں تو وہ دولت کا تحفہ یا اعلیٰ درجہ کی دانائی یا مردانہ اعزاز کا تحفہ نہ ہوگا بلکہ میں اُسے اندرونی قوت اور حفاظت کی وہ کنجی دوں گا جو میرے باپ نے مجھے اس نصیحت میں دی تھی کہ:۔

"دُعا کے ذریعہ خدا کی مدد
حاصل کرنا اور دُعا کے ذریعہ
خدا کی مدد کو پا لینا"+

"اسباقِ طب"

بقیہ ص۲

تنگ نظر واقع ہوئے ہیں کہ ان میں سے ایک فیصد بھی دیسی علاج سے واقف نہیں۔

القصہ میں اپنے مضمون میں مختصر اور اپنے تجربہ شدہ زود اثر معالجات کو ہدیۂ ناظرین کرتا رہوں گا جس میں معالجاتِ جدیدہ کی بھی چاشنی ہوگی۔ وما توفیقی الا باللہ۔

علم طب علم طب دو حصوں میں منقسم ہے:۔

(۱) علمی یا نظری حصہ (تھیوری)
(۲) عملی یا معالجاتی حصہ (پریکٹس)

نظری حصہ کے لئے شائقین کو مخزنِ حکمت مؤلفہ حکیم ڈاکٹر غلام جیلانی اور موجز القانون (قرشی) کا مطالعہ کرنا چاہیئے۔ اور عملی حصہ کے لئے حضرت خلیفۃ المسیح اول رض کی بیاض نورالدین اور ترجمہ شرح اسباب (حکیم کبیرالدین) کو دیکھتے رہنا چاہیئے۔

میں انشاء اللہ تعالیٰ نہایت اختصار کے ساتھ ہر دو شقوں پر بحث کرتا رہوں گا تاکہ یہ کام جلد از جلد ختم ہو سکے۔ اور تا ہمارے مبلغین کے لئے علاج معالجہ کی فوری ضروریات مہیا ہو جائیں اور وہ بیش از بیش خدمتِ خلق کر سکیں +

(باقی آئندہ)

ربّانی علماء اور موجودہ علماء کے عمل میں عظیم الشّان فرق

"علماء کی وزارت" کے مطالبہ کا تجزیّہ

(از جناب چودھری احمدالدین صاحب پلیڈر گجرات)

گذشتہ دنوں آٹھ افراد پر مشتمل جمعیت علماء پاکستان کا ایک وفد بقیادت مولانا عبدالحمید بدایونی وزیر اعظم پاکستان مسٹر محمد علی کو کراچی میں ملا اور ایک یادداشت پیش کی۔ جس میں منجملہ دیگر امور کے یہ بھی تھا کہ جمعیت نے پاکستان کے استحکام کے لئے نمایاں خدمات انجام دی ہیں، حکومت جو آخری دستور اساسی تجویز کرے اس کو واجب العمل قرار دلانے کے لئے جمعیت سے تصدیق کرائے اور کہ ایک مذہبی وزارت بھی ہونی چاہیئے جیسا کہ دیگر اسلامی ممالک میں دستور ہے۔ جو مذہبی معاملات کی نگران ہو۔ بالفاظ دیگر علماء کو ایک علیحدہ عہدۂ وزارت ملنا چاہیئے کیونکہ اُنہی کی مساعی جمیلہ سے حکومت پاکستان وجود میں آئی ہے۔

تقسیم ہند سے پہلے یہاں انگریز حکمران تھے۔ جب انہوں نے ہند کی فرمانروائی سے دستبردار ہو کر عنانِ حکومت ہندوستانیوں کے ہاتھ میں دینے کا ارادہ کیا تو اُس وقت یہاں کئی سیاسی پارٹیاں سرگرم عمل تھیں۔ جن میں سے دو یعنی کانگرس اور مسلم لیگ سب سے بڑی اور بااثر تھیں۔ بڑی بحث وتمحیص اور غور و خوض کے بعد یہی دو پارٹیاں سلطنت سنبھالنے کی اہل قرار پائیں اور انہی کے مابین ہندوستان کا وسیع وعریض ملک تقسیم کر دیا گیا۔ پاکستان مسلم لیگ کے سپرد ہوا اور باقی ملک کانگرس کے زیر اقتدار لایا گیا۔ مسلم لیگ کن لوگوں نے بنائی تھی۔ انگریزی دان گریجویٹوں اور دیگر نئی روشنی کے اہل علم اور ذی فہم مسلمانوں نے جو کانگرس کے مقابلہ پر مسلمانوں کے سیاسی اور مذہبی حقوق کی حفاظت کیلئے کھڑے ہوگئے جن میں سے علامہ سر اقبال اور قائد اعظم محمد علی جناح جیسی قابل اور زیرک ہستیاں پیش پیش تھیں۔ علماء نے ایک علیحدہ پارٹی بنائی تھی جو جمعیت علماء ہند کے نام سے موسوم ہوئی۔ جو کانگرس کی مؤید اور مسلم لیگ کی سخت مخالف تھی۔ اور جو اب تک ہندوستانی حکومت کے زیر سایہ زندگی بسر کر رہی ہے۔ علماء کے گروہ میں سے کوئی مسلم لیگ میں شامل نہیں تھا بلکہ انہوں نے مسلم لیگ کے عمائد کو اپنی کفر بازی کا ہدف بنا کر کانگرس کو تقویت پہنچانے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا۔ اسلامی جماعت نے بقیادت مولانا مودودی صاحب اور احرار پارٹی نے بسرپرستی سید عطاء اللہ شاہ بخاری مسلم لیگ کی مخالفت میں سب سے زیادہ حصہ لیا اور کانگرس کی سب سے زیادہ مدد کی۔

جیسا کہ اوپر ظاہر ہوا پاکستان کی حکومت صرف مسلم لیگ پارٹی کو ملی تھی۔ جس میں قائد اعظم نے اپنے حُسنِ تدبر اور دُور اندیشی سے جملہ فرقہ ہائے اسلام کے سربرآوردہ اشخاص کو شامل کر لیا تھا۔ بوقت حصول حکومت پاکستان کی حالت نہایت نازک تھی۔ ہندوستان سے مسلمان مہاجرین کا قریباً اسّی لاکھ کا لشکر پناہ لینے

کے لئے آن موجود ہوا تھا۔ ان کو سنبھالنا اور آباد کرنا آسان کام نہیں تھا۔ اخراجاتِ ملک کو پورا کرنے کیلئے خزانے کے مکتفی ہونے کا یقین نہ تھا۔ صرف فوج اور سرکاری ملازموں کی امداد اور کوشش سے حکومت بدستور قائم رہی جو ہندو افسروں کی متعصبانہ بے انصافیوں اور جبرہ دستیوں سے نالاں تھے انہوں نے خیال کیا کہ پاکستان کے قیام اور استحکام سے ان کو آزادی اور آسائش و امن کا سانس لینا نصیب ہوگا۔ اس لئے وہ دل سے پاکستان کے حامی ہو گئے اور جا بجا اپنے اپنے کاموں پر لگے رہے اور نظم و نسق میں خلل نہ واقع ہونے دیا۔ اگر فوج، پولیس اور دیگر سرکاری ملازم تعاون نہ کرتے تو ایسی پریشانی کی حالت میں امن و امان قائم رہنا ناممکن تھا۔ اس حقیقت کو مسٹر لیاقت علی خاں مرحوم قائدِ ملت نے اپنی تقریروں میں تسلیم کیا ہے۔

پاکستانی مسلمان مدت تک انگریزی حکومت کے ماتحت رہے۔ انگریزی تہذیب اور طرزِ تمدن انکی طبائع میں راسخ ہو چکا ہے۔ وہ کسی شخصی حکومت اور استبداد کو ہرگز برداشت نہیں کر سکتے۔ وہ کوئی ایسا آئین پسند نہیں کریں گے جو جمہوریت کے اصولوں اور انسانی پیدائشی حقوق پر آمرانہ حیثیت سے کوئی پابندی لگائے۔ مذہبی احکام کی پابندی ہر فرد پر جو کسی مذہب کا پیرو اپنے آپکو بیان کرتا ہو شخصی اور ذاتی طور پر لازمی ہے۔ کوئی مہذب اور جمہوری حکومت اس کو اس پابندی سے نہیں روکتی۔ پاکستان میں اکثریت مسلمانوں کی ہے مگر یہاں ہندو، عیسائی، پارسی اور بدھ مذہب کے پیرو بھی موجود ہیں۔ ان کا حق ہے کہ ان کے ساتھ ایسا ہی سلوک کیا جائے جیسا کہ اہلِ اسلام کے ساتھ بحیثیت انسان ہونیکے کیا جا سکتا ہے۔ وہ بھی مسلمانوں کی طرح حکومت کے عائد کردہ ٹیکس ادا کرتے

ہیں اسلئے وہ حق بجانب ہیں اگر وہ کہیں کہ معاشی، مذہبی اور تمدنی امور میں حکومت تا بامکان ان کی ممد ہو اور کسی فرقہ اور گروہ کو اختلافِ عقیدہ کی بناء پر ان پر فوقیت اور برتری نہ دی جائے جو جمہوری اصولوں کے خلاف اور انسانی پیدائشی حقوق میں دست اندازی کے مترادف ہو۔ مسلمانوں میں کئی فرقے مثل اہلِ حدیث و اہلِ قرآن و اہلِ شیعہ و حنفی ہیں۔ ہر ایک پاکستانی اور حکومت کی رعیت ہے اور حکومت کے مطالبات پورے کر رہا ہے اور اسکے احکام کی پابندی میں اپنی سلامتی سمجھتا ہے۔ اگر مذہبی وزارت میں جو جمعیت علماء بنانا چاہتی ہے کسی خاص فرقۂ اسلام کا کوئی فرد لیا جائے تو وہ اسی فرقہ کا نمائندہ ہوگا اور دوسرے فرقوں کی نمائندگی وہ نہیں کریگا اور نہ ہی دوسرے فرقے یہ گوارا کرینگے کہ وہ ان کا نمائندہ ہو کیونکہ تمام فرقوں کا آپس میں شدید اختلاف ہے بلکہ ایک دوسرے کو کافر اور مرتد کہتے ہیں۔ اگر کہا جائے کہ اکثریت حنفیوں کی ہے اسلئے حنفی علماء کی وزارت ہونی چاہیئے اور دستورِ اساسی حنفی علماء کی مہرِ تصدیق سے نافذ ہونا چاہیئے تو باقی فرقوں کے مذہبی امور کی حفاظت کیونکر ہوگی جبکہ وزارتِ مذہبی میں ان کا کوئی دخل نہ ہوگا۔ حنفی وزارت سے ان کو اپنے مذہبی معاملات کے سدھرنے کی کوئی امید نہ ہوگی بلکہ نقصان کا اندیشہ دامنگیر ہوگا۔ اس طرح ملک میں بدنظمی اور فتنہ و فساد کا دروازہ کھل جائے گا۔ اگر جمعیت وزارت بنانے کی خواہشمند ہے اور اس کو عوام کی حمایت حاصل ہے تو اس کے لئے سیدھی راہ یہ ہے کہ وہ الیکشن میں اپنے علماء کو امیدوار کھڑا کرکے ان کو ممبر اسمبلی بنائے پھر اگر علماء اور ان کے حامیوں کی کثرت ہوگی تو خواہ مخواہ ان کی وزارت بن جائیگی اور ان کو پورا اقتدار حاصل ہو جائیگا۔

اور ایسی صورت میں کسی دیگر فرقہ اسلام کے افراد اور دیگر مذاہب کے پیرؤوں کو شکایت کا موقع نہیں ہوگا کیونکہ وزارت قانون کے مطابق وجود میں آئی ہوگی۔ اگر کہا جائے کہ حکومت پاکستان ایک اسلامی حکومت ہے اسلئے کتاب و سُنّت کے مطابق اس کا آئین بننا چاہیئے تو اسکے متعلق یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ ووٹر اور ممبر اسمبلی بننے کیلئے کسی خاص مذہبی فرقہ سے وابستگی ضروری نہیں ہے۔ ہر ایک باہوش بالغ پاکستانی مسلم ہو یا غیر مسلم ممبر بن سکتا ہے۔ اور اگر منتخب شدہ ممبرانِ اسمبلی کی اسکو حمایت حاصل ہو تو وہ اپنی وزارت بھی بنا سکتا ہے۔ اگر قطع نظر انتخاب کے کسی خاص فرقہ یا مذہب افراد میں سے وزیر بنائے جائیں اور دیگر فرقوں اور پیروانِ دیگر مذاہب کے افراد کو نظر انداز کر دیا جائے تو یہ عدل و انصاف کے خلاف ہے قرآن کا حکم صاف ہے کہ وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَآنُ قَوْمٍ عَلٰٓى اَنْ لَّا تَعْدِلُوْا اِعْدِلُوْا هُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى۔ وَاِذَا حَكَمْتُمْ بَيْنَ النَّاسِ اَنْ تَحْكُمُوْا بِالْعَدْلِ (کسی قوم کی دشمنی تم کو اس بات پر آمادہ نہ کرے کہ تم انصاف سے باز رہو۔ تم انصاف کرو جو تقویٰ یعنی خدا ترسی کے بہت قریب ہے۔ اگر تم کو لوگوں کے مابین حاکم بنایا جائے تو تم انصاف سے فیصلہ کرو)

یہ زمانہ جمہوریت کا زمانہ ہے۔ اب دنیا میں کوئی ایسا ملک نہیں ہے جہاں کسی خاص شخص کے ہاتھ میں عنانِ حکومت ہو۔ سب حکومتیں پبلک کی ہیں۔ جہاں کوئی برائے نام بادشاہ تھا بھی تو اس کو پبلک نے تخت سے اتار کر خود کاروبارِ حکومت سنبھال لئے ہیں۔ ٹرکی اور مصر کی مثالیں ہمارے سامنے ہیں۔ اب کوئی وزارت سوائے انتخاب کے جو قانون کے مطابق ہو وجود میں نہیں آ سکتی۔ انتخاب میں کسی مذہب اور فرقہ کی تخصیص نہیں ہوتی یعنی کسی خاص مذہبی فرقہ کو دیگر فرقوں اور دیگر مذاہب کے پیرؤوں پر حقِ ترجیحی حاصل نہیں ہوتا۔ ہر فرقہ اور ہر مذہب کا پیرو جو ممبر بننے کی قانون کے مطابق صلاحیت رکھتا ہو ممبر بن سکتا ہے۔ جو ممبر بن سکتا ہے وہ وزیر بھی بن سکتا ہے۔ جیسا کہ مسلمانوں کو حق حاصل ہے کہ وہ اپنے مذہب کی حفاظت اور تبلیغ و تلقین کریں ایسا ہی دیگر مذاہب کے پیرؤوں کو جو پاکستانی ہیں حق حاصل ہے کہ وہ اپنے مذہب کی حفاظت اور اشاعت کے سامان مہیا کریں اور مسلمانوں کو ان کے طریقوں سے تبلیغ کر کے اپنے مذہب میں لائیں۔ حق مقابلہ سے فتح پاتا ہے۔ اگر اسلام کو دیگر مذاہب کے مقابلہ کا موقع ہی نہ دیا جائے تو اسکی صداقت اور حقانیت کس طرح ثابت ہو۔ کوئی جمہوری سلطنت مذہبی تبلیغ اور اشاعت کو نہیں روکتی۔ ٹرکی کے آئین میں مذہبی تبلیغ کی اجازت دی گئی ہے بلکہ اشتراکیت کے قائدین بھی علانیہ یہ نہیں کہتے کہ وہ مذہبی آزادی میں مخل ہوتے ہیں۔ وہ بھی مذہب کو مٹانے کیلئے دلائل کے ہتھیار استعمال کر رہے ہیں اور اخباروں، اشتہاروں، رسالوں اور کتابوں کے ذریعہ سے اپنے مشن کو چار دانگ عالم میں پھیلا رہے ہیں۔ اسی طرح اسلام کے علمبردار (احمدی) بھی دلائلِ قیّمہ سے اسلام کو دنیا میں پھیلا رہے ہیں۔ اور عیسائی جمہوری ممالک انکی تبلیغ و اشاعت میں حارج نہیں ہو رہے سوائے سپین کے کہ وہاں قدیم تعصب اور عناد کی وجہ سے اسلام کی نسبت بدظنی پائی جاتی ہے جس کی بنا پر وہاں کے حکام تبلیغِ اسلام کی کھلی اجازت دینے میں دریغ کرتے ہیں اور نہیں چاہتے کہ وہاں وہی اسلام پھیلے جس کے پیرؤوں کو انہوں نے وہاں سے نکال کر خود حکومت حاصل کی۔

ہندوستان میں مسلمانوں نے قریباً ہزار سال تک حکمرانی کی ہے مگر کسی بادشاہ نے کسی مولوی کو اپنا وزیر نہیں بنایا اور نہ امورِ سلطنت میں مولویوں کو دخل اندازی کا موقع دیا۔ اورنگزیب جیسے متشرع اور فاضل اجل بادشاہ نے یہ گوارا نہ کیا کہ اسکے دربارِ حکومت میں مولویوں کا عمل دخل ہو۔

اس نے مذہب کو سیاست سے الگ رکھا۔ اس کے دربار میں جسونت سنگھ جیسے ہفت ہزاری عمائد اور سیاست دان موجود تھے جن کی مدد سے اس نے پچاس سال تک حکومت کی۔

اکبر کے دربار میں راجہ ٹوڈرمل، راجہ بیربل، راجہ مان سنگھ بڑے باعزت اور معتمد علیہ وزیر تھے۔ صرف دو عالم اجل وزیر ابو الفضل اور فیضی تھے جن پر اور ان کے فاضل متبحر والد شیخ ابو المبارک پر علماء زمانہ نے کفر کے فتوے لگائے اور پھر ان کو قتل کرنے کیلئے رات کے وقت مفسد اور شورہ پشت گروہ سے انکے مکان کا محاصرہ کرایا۔ وہ بیچارے رات کے وقت بے سروسامانی کی حالت میں جانیں لیکر اپنے گھر سے باہر نکلے اور سفر کی صعوبتیں جھیل کر اکبر بادشاہ کے دربار میں پناہ گیر ہوئے اکبر نے مولویوں کے کفر کے فتووں کی کچھ پرواہ نہ کی۔ فیضی اور ابو الفضل کو درباری ملازمت اور شیخ ابو المبارک کو انعام واکرام سے نوازا اور اس طرح مولویوں کو خاموش کر کے فتنہ کو فرو کیا۔ (دیکھو ابو الفضل دفتر سوم)

قرون اولیٰ کے بزرگان دین اور علماء ربانی ملکی سیاسیات سے کنارہ کش رہے۔ درباری عہدوں کی کبھی خواہش نہ کی رقضاء تک قبول نہ کی۔ اپنے دینی مشاغل میں مصروف رہے اشاعت وتقویت اسلام کیلئے اپنی جان، مال اور عزت کی قربانی بطیب خاطر دی۔ حکام وقت کے ہاتھوں ستائے گئے اور انواع واقسام کے مصائب برداشت کئے۔ مگر باوجودیکہ مسلم پبلک ان کے اشاروں پر چلتی تھی حکومت کے خلاف بغاوت سے باز رہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مندرجہ ذیل حدیث پر عمل پیرا رہے۔

"ابن مسعود سے روایت ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا کہ میرے بعد بعض ایسے حاکم ہونگے جو تمہیں تمہارے حقوق نہ دینگے۔ صحابہؓ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ اسوقت ہم کیا کریں۔ آپ نے جواب دیا کہ تم اپنے حاکموں کے حقوق ادا کرتے رہنا اور تمہارے لئے وہ حقوق جو اُن کے ذمہ واجب الادا ہیں خدا تعالیٰ سے مانگنا لیکن بغاوت نہ کرنا۔" (ریاض الصالحین)

امام ابو حنیفہؒ نے جن کے مسلک کی پیروی دُنیا کے مسلمانوں کا کثیر حصہ اسوقت کر رہا ہے خلیفہ وقت کے ماتحت عہدہ قضاء قبول کرنے سے انکار کیا جس کے نتیجہ میں انہوں نے خلیفہ بغداد کے بھرے دربار میں تازیانوں کی سزا صبر واستقلال سے برداشت کی اور جیل میں جان دی۔ لیکن باوجودیکہ پبلک ان کو عزت کی نگاہ سے دیکھتی تھی اور ان کا حکم بسر وچشم ماننے کیلئے تیار تھی انہوں نے اپنے متبعین کو بغاوت پر آمادہ نہ کیا۔ ان کی اس عدیم النظیر قربانی کا نتیجہ ہے کہ سب سے زیادہ پیرو انہیں کے نظر آرہے ہیں اور ان کے مخالفین کا نام لیوا کوئی نہیں ہے۔

حضرت امام غزالیؒ جو بغداد کی نظامیہ یونیورسٹی کے پرنسپل تھے اور اپنے زمانہ کے سربرآوردہ علماء میں سے تھے اور بغداد کے قاضی بھی تھے۔ پرنسپلی اور قضاء کا عہدہ چھوڑ کر دمشق کی مسجد میں قریباً بارہ سال تک روحانی مجاہدات میں مصروف رہے اور کمال عرفان حاصل کیا۔ پھر گوشہ تنہائی کو ترک کر کے علم تصوف میں کئی کتابیں مثل احیاء العلوم وکیمیائے سعادت لکھیں۔ جن کے بعض مضامین علماء وقت نے اپنے عقائد کے خلاف سمجھ کر اُن پر کفر کا فتویٰ لگایا۔ اُن کی کتابیں جلادیں۔ جس کے نتیجہ میں اُن کو بغداد سے جلاوطن ہو کر نیشاپور میں پناہ لینی پڑی اور وہاں اپنے مجدد وقت ہونے کا دعویٰ کیا۔ (دیکھو المنقذ من الضلال مؤلفہ امام غزالیؒ وخط امام غزالیؒ بنام یکے از محبان خود مندرجہ رسالہ تہذیب الاخلاق سرسید احمد خان)

ان کے ساتھ جو سلوک ہوا وہ حکومت وقت کے

اشارہ یا اغماض سے ہوا۔ مگر انہوں نے حکومت کے خلاف کوئی قدم نہ اٹھایا اور نہ اپنے پیروؤں کو بغاوت پر آمادہ کیا۔

شیخ بہاء الدین والد مولانائے روم اپنے وقت کے علماء عظام و صوفیائے کرام میں سے تھے۔ بادشاہِ وقت خوارزم شاہ کے رشتہ دار تھے۔ ان کے ارادت مندوں اور معتقدین کی تعداد اس قدر بڑھ گئی کہ بادشاہِ وقت خوارزم شاہ کے دل میں خطرہ اور رشک پیدا ہوگیا۔ امام فخر الدین رازیؒ نے جو اُن کے حریف تھے ان کے خلاف بادشاہ کو مشتعل کیا جس کے نتیجہ میں بادشاہ نے اُن کو چٹھی لکھی کہ سب سامان بادشاہی آپ کو حاصل ہوگئے ہیں صرف خزانہ کی کنجیاں آپ کو درکار ہیں وہ میں آپ کو بھیجدیتا ہوں۔ بادشاہ کی یہ چٹھی دیکھ کر شیخ بہاء الدین نے سمجھا کہ بادشاہ کے دل میں بدظنی پیدا ہوگئی ہے اب میری خیر نہیں ہے۔ اپنے خلف الرشید مولانائے روم کو جو اس وقت ۱۲ سال کی عمر کے تھے لیکر روم کی طرف ہجرت کی مگر بادشاہِ وقت کے خلاف بغاوت پھیلانے سے باز رہے حالانکہ پبلک میں ان کا اثر و رسوخ بہت زیادہ تھا۔

حضرت محی الدین ابن عربی نے جو تصوف میں ایک بلند پایہ عارف اور علوم ظاہری و باطنی سے معمور تھے اور بادشاہوں کے منظورِ نظر تھے کبھی کوئی حکومت کا عہدہ حاصل کرنیکی جدوجہد نہیں کی تھی بلکہ اپنے وقت کے بادشاہ عز الدین کیکاؤس والیٔ ایشیائے کوچک کو جو علم سے بے بہرہ خوشامدیوں سے گھرا ہوا تھا بے دھڑک ہوکر نصیحت کرتے تھے جیسا کہ ان کے ایک منظوم خط بنام کیکاؤس شاہ مذکور کے مندرجہ ذیل اشعار سے ظاہر ہوتا ہے

؎

كتبت كتابي والدموع تسيل
ومالي الى ما ارتضيه سبيل

میں نے یہ خط ایسی حالت میں لکھا کہ میرے آنسو جاری تھے۔ مجھے اپنے مطلوب تک پہنچنے کے لئے کوئی وسیلہ نہیں ہے۔

اريد ارى دين النبي محمّدًا
يقام و دين المبطلين يزول

میں چاہتا ہوں کہ محمدؐ رسول اللہ کا دین قائم ہو اور باطل پرستوں کا دین مٹا دیا جائے جو اسلام کے مٹانے کے درپے ہیں۔

فلم ار الّا الزور يعلوا و اهله
يعزون والدّين القويم ذليل

میں تو یہی دیکھ رہا ہوں کہ جھوٹ غالب ہے اور جھوٹے معزز ہیں اور سچا دین ذلیل ہے۔

فيا عز دين الله سمعًا لناصح
شفيقًا ونصاح الملوك قليل

اے اللہ کے دین کی عزت (بادشاہ عز الدین) خیرخواہ اور مشفق ناصح کی نصیحت پر کان دھر اور بادشاہوں کو نصیحت کرنے والے تھوڑے ہیں۔

وحاذر بتأييد الاله بطانة
يشير بامر ما عليه دليل

خدا کی تائید سے ایسے اندرونی دوست سے مجتنب رہے جو ایسے امر کا مشورہ دیتا ہے جس پر کوئی دلیل نہ ہو۔

حضرت شیخ احمد سرہندیؒ کو جنکے مرید اور معتقد بڑے بڑے علماء ربانی اور صوفیائے کرام تھے اور مسلمانوں میں انکو کافی اثر و رسوخ تھا اور اب تک وہ مجدد الف ثانی مانے جاتے ہیں۔ خشک علماءِ وقت کے فتووں کے نیچے جہانگیر بادشاہ نے قید کی سزا دی مگر انہوں نے حکومت کے خلاف کوئی باغیانہ حرکت

نہ کی اور سیاسیاتِ ملکی میں کوئی دخل نہ دیا اور نہ کسی عہدہ کی خواہش کی۔ عمر بھر اشاعت وتجدیدِ دین میں مصروف رہے۔

حضرت داتا گنج بخش اور حضرت خواجہ معین الدین چشتی کے اعلیٰ اخلاق اور نیک نمونہ سے کئی غیر مسلم اسلام میں بخوشی داخل ہوئے۔ یہ دونوں بزرگ حکامِ وقت کی نگاہوں میں مقدس تھے مگر باوجودیکہ عوام اُن کے گرویدہ اور جاں نثار تھے انہوں نے کسی سرکاری معزز عہدہ کے حصول کی کوشش نہ کی اور نہ کبھی حکومتِ وقت کے خلاف کوئی کارروائی کی۔

حضرت شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی جو مسلمان حکومت کے زمانہ میں علومِ ظاہری اور باطنی میں بلند پایہ رکھتے تھے اور کئی علمی کتابوں کے مصنف تھے ہرگز ثابت نہیں ہے کہ انہوں نے کسی حکومت کے عہدہ کیلئے کوشش کی۔ اُن کی تمام جدّ وجہد اشاعت واحیائے اسلام پر مرکوز تھی۔ وہ پہلے ہندوستانی مسلمان عالم تھے جنہوں نے فارسی زبان میں قرآن مجید کا ترجمہ کیا۔ لیکن خشک ملاؤں اور عقل سے بے بہرہ مولویوں نے ان کے ترجمہ کی مخالفت کی اور اس کو ایک بدعت قرار دے کر شور مچایا مگر اُن لوگوں کی کوئی پیش نہ گئی۔ خدا تعالےٰ نے اس ترجمہ کے کام میں برکت ڈالی۔ جس سے اب تک مسلمان فائدہ اٹھا رہے ہیں۔ بعد میں حضرت شاہ ولی اللہ صاحب کے تتبع میں شاہ عبدالقادر صاحب اور شاہ رفیع الدین صاحب نے اُردو میں ترجمے کئے اور پھر کئی اور ترجمے ہوتے اور اب تک ہو رہے ہیں۔

متحدہ ہندوستان کے وسیع وعریض مُلک میں چالیس کروڑ کی آبادی تھی جس میں دس کروڑ مسلمان تھے۔ قریباً ہزار سال تک یہاں مسلمان حکمران رہے ہیں۔ مگر تاریخ سے یہ واضح نہیں ہوتا کہ کسی مسلمان بادشاہ کے عہدِ حکومت میں حکومت کی طرف سے اسلام کو پھیلانے کے لئے کوئی تبلیغی سلسلہ جاری کیا گیا۔ صرف علمائے ربانی کی بے غرضانہ مساعی اور اولیائے کرام کے انفاس متبرکہ کے ذریعہ سے یہاں اسلام پھیلا۔ (دیکھو پریچنگ آف اسلام مؤلفہ انگریز پروفیسر علی گڑھ کالج)

جیسا کہ اُوپر واضح کیا گیا ہے اگلے بزرگانِ دین تو حکومت کے عہدوں کو ناپسند کرتے تھے اور سیاست سے متنفر تھے۔ اور اپنی تمام ہمت امن کے طریقوں سے اشاعت دینِ متین میں صرف کرتے تھے اور ان کے مقدس نمونہ کو دیکھ کر غیر مذاہب کے لوگ اسلام میں داخل ہو جاتے تھے۔ مگر اس زمانہ کے علماء حکومت کی وزارتوں کی خواہش کرتے ہیں جو اُن کو نہیں ملتیں۔ اب بھی اگر علمائے زمانہ یورپ اور امریکہ اور دیگر ممالک میں تبلیغ اسلام کے لئے اپنی زندگیاں وقف کر دیں اور یہاں کے مسلمان کہلانے والوں کو وعظ ونصیحت سے دین پر قائم کر دیں تو اسلام کو فوقیت اور برتری حاصل ہو سکتی ہے۔ لیکن موجودہ حالات میں ایسا ہونا ناممکن نہیں تو مشکل ضرور ہے۔ کیونکہ علمائِ وقت کو آپس کی مخالفت اور تکفیر سے فرصت کہاں کہ وہ اتنے بڑے کام کا بوجھ اپنے سر پر لیں +

ضروری اطلاع

یہ نمبر خاص پرچہ "جماعت اسلامی نمبر" کی وجہ سے ملتوی کیا گیا تھا۔ یہ ماہ اپریل ۴۸ء کا رسالہ ہے لیکن اسکی تاریخ اشاعت یکم مئی ہے۔ اگلا پرچہ خاص نمبر یعنی "جماعت اسلامی نمبر" ہوگا جو انشاء اللہ العزیز یکم جون ۴۸ء کو شائع ہوگا۔

مینجر

رالسٹر کے موقع پر عیسائیوں کے نام ہمارا پیغام

(جناب مولوی عبدالکریم صاحب پشاور)

جناب پادری صاحب[1]!

۱۔ حضرت مسیح علیہ السلام نے جس قدر دُعا پر زور دیا ہے وہ اناجیل سے ظاہر ہے جیسا کہ متی ۷ تا ۱۲ میں فرمایا کہ تم اللہ تعالیٰ کی جناب کا دروازہ کھٹکھٹاؤ تمہارے لئے کھولا جائیگا۔ مانگو تمہیں دیا جائیگا۔ تم میں سے کون ہے کہ اسکا بیٹا روٹی مانگے تو وہ پتھر دے، یا وہ مچھلی مانگے تو وہ سانپ دے۔ پس جب تم بُرے ہو کر اچھی چیزیں دینی جانتے ہو تو تمہارا وہ باپ جو آسمان پر ہے تمہیں کیوں اچھی چیزیں نہ دیگا۔

۲۔ دنیا میں انبیاء و رسل انسانوں کیلئے ایک بہترین نمونہ ہوتے ہیں۔ اگر ایک نبی اس قدر دلسوزی و بیقراری سے آہ وزاری کرتا ہے کہ اس کا پسینہ خون کی بڑی بڑی بوندیں بن بن کر زمین پر ٹپکتا تھا، تو کیا ہم یہ خیال کر سکتے ہیں کہ اس کی ایسی دردناک دُعا جو بے چینی و بے قراری کی حالت میں نہایت ہی ابتہال سے کی گئی تھی پایۂ قبولیت کا شرف جناب باری میں حاصل نہ کر سکی! کیا یہ ممکن ہے کہ باپ کا پیارا بیٹا اس سے روٹی مانگے اور وہ اس کو پتھر دے یا وہ مچھلی مانگے تو وہ اس کو سانپ دے؟ اگر یہ بات ناممکن ہے تو ضرور ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام کی وہ دُعا قبول کی گئی ہو جو انہوں نے گرفتاری سے پہلے گتسمنی کے باغ میں کی تھی کہ اے میرے خدا اگر ہو سکے تو یہ پیالہ (موت) ٹال دے۔ (متی $\frac{۲۶}{۳۹}$)

۳۔ کہا جاتا ہے کہ اس نے یہ بھی تو کہا تھا کہ "میری مرضی نہیں بلکہ تیری ہی مرضی پوری ہو"۔ یہ بات درست ہے مگر خدا کی مرضی کا علم تو ۲۲ زبور سے ظاہر ہے کہ جب مسیح دُعا فرمائینگے تو وہ سُن کر اللہ تعالیٰ اسکو بچا لیگا! اور واقعۂ صلیب کے بعد عبرانیوں ۵ سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالےٰ جو اس کو موت سے بچانے کی قدرت رکھتا ہے اُس نے اپنے بیٹے کی آہ وزاری اور بے قراری سے کی ہوئی دُعا کو رد نہیں فرمایا بلکہ قبول فرما کر اسکو موت کے پنجہ سے بچا لیا۔ اگر اللہ تعالیٰ اپنے برگزیدہ کو صلیبی موت سے نہ بچاتا تو بقول حضرت مسیح علیہ السلام بجائے روٹی کے پتھر اور مچھلی کے بدلے سانپ دینے والا ٹھہرتا کیونکہ صلیبی موت کا نتیجہ ان کی روحانیت و نبوت کا ابطال ثابت کرتا ہے۔ یہودیوں نے یہ منصوبہ اسی لئے تیار کیا تھا تاکہ وہ ایک تیر سے دو شکار کریں یعنی آپ کی روحانیت و نبوت پر زد کر کے انکی جماعت پر الزام دیں کہ جس شخص کی تم پیروی کرتے تھے وہ نہ صادق تھا اور نہ ہی خدا کا مقرب۔ کیا کوئی خدا ترس ایسی بات کو تسلیم کر سکتا ہے جس سے ایک نبی کی نبوت و روحانیت کا ابطال ہوتا ہو اور اس کی بعثت کا مقصد ہی فوت ہوتا دکھائی دے؟

۴۔ کہا جا سکتا ہے کہ پھر اناجیل کی وہ پیش خبریاں غلط پڑتی ہیں جو مسیح نے خود اپنی موت کے متعلق بیان کی ہوئی تھیں۔ اس کا ایک جواب تو یہ ہے کہ یہ اناجیل

---

[1] یہ مضمون بطور ذاتی چٹھی کے بھی بعض پادری صاحبان کو بھیجا گیا تھا۔

واقعہ صلیب کے کافی عرصہ بعد لکھی گئی ہیں۔ ممکن ہے کہ پولوسی عقیدہ کی تائید کے لئے یہ پیشگوئیاں بعد میں وضع کی گئی ہوں کیونکہ ان پیشگوئیوں کا ان واقعات کے ظہور سے پہلے کوئی تحریری ثبوت ان کی اشاعت کا مسیحیوں کے پاس نہیں۔ دوم ان پیشگوئیوں میں اختلاف ہے۔ کیونکہ بقول یوحنا ۲۰ واقعہ صلیب کے تیسرے دن تک مسیح علیہ السلام کے خاص الخاص حواری بھی یہ نہ جانتے تھے کہ مسیح مریگا اور جی اٹھیگا (۲۰/۹) اگر وہ حواری جو مسیح کی زندگی میں اسکے ساتھ تھے وہ اس نوشتہ کو نہ جانتے تھے تو کیا وہ لوگ جنہوں نے متی و مرقس اور یوحنا وغیرہ کے ناموں پر بعد میں اناجیل مرتب کی ہیں وہ ان نوشتوں کو جانتے تھے؟ اور بھی بہت سے اختلافات پائے جاتے ہیں مگر ان کو نظرانداز کرتے ہوئے ہم سوال کرتے ہیں کہ کیا بائیسواں زبور خدا کا کلام نہیں؟ عبرانیوں کا خط الہامی نہیں؟ کیا مسیح نے دعا نہ کی تھی؟ کیا حضرت مسیح علیہ السلام کا یہ ادعا غلط ہے جس کا ذکر یوحنا ۱۱/۴۱-۴۲ میں ہے کہ "مجھے تو معلوم تھا کہ تو ہمیشہ میری سنتا ہے"؟

۵۔ اللہ تعالیٰ جب اپنے کسی بندے کی دعا سنتا ہے تو اس کے لئے ظاہری سامان بھی پیدا کرتا ہے۔ اللہ تعالےٰ نے حضرت مسیح کو صلیبی موت سے بچانے کیلئے پہلا سبب یہ پیدا کیا کہ یوسف جو آرمتیا کا رہنے والا تھا اور پلاطوس کی کونسل کا مشیر تھا (مرقس ۱۵/۴۳) اس کو مسیح کا ہمدرد بنادیا۔ اسکے مشورہ سے گرفتاری کا دن وہ مقرر ہوا جو سبت کے ساتھ ملحق تھا اور اللہ تعالیٰ نے پلاطوس کی بیوی کے پاس فرشتہ بھیجا کہ اپنے خاوند کو سمجھادے کہ شخص راستباز ہے اس سے کچھ کام نہ رکھے (متی ۲۷/۱۹) اس نے کوشش کی کہ مسیح کو بغیر سزا دیئے چھوڑ دے (متی ۲۷/۲۴) مگر دیکھا کہ یہودی بلوہ کرنا چاہتے ہیں (متی ۲۷/۲۴) اور انہوں نے کہا۔ اگر تو اسکو چھوڑیگا تو تیری شکایت قیصر کے پاس کرینگے۔ تو حکومت کا خیرخواہ نہیں (یوحنا ۱۹/۱۲) مگر چونکہ وہ اسکی جان بچانے کی کوشش میں لگا ہوا تھا (یوحنا ۱۹/۱۲) اسلئے اس نے شام کے قریب مسیح کو یہودیوں کے حوالے کیا اور صلیب دینے کی جگہ وہ تجویز کی جہاں یوسف نے پہلے ہی کھلی قبر تیار کی ہوئی تھی اور یوحنا اور حکیم نکدیمس کو اسکے زخموں وغیرہ کے علاج کیلئے بلایا ہوا تھا۔ اور مُر اور عود جو غشی سے ہوش میں لانے کیلئے مہیا کیا گیا تھا۔ اور باریک کتان کی چادر میں اس کو لپیٹا کر سانس لینے میں کوئی رکاوٹ نہ ہو (مرقس ۱۵/۴۶) اس طرح وہ صحتمند ہو کر قبر سے نکل آیا۔

چونکہ حضرت مسیح نے صرف یہ کہا تھا کہ میں دکھ اٹھاؤں گا (متی ۱۷/۱۲۔ لوقا ۱۷/۲۵ و ۲۲/۱۵ و ۲۴/۲۶) نیز موت کے معنے شدید تکالیف اٹھانے کے بھی ہوتے ہیں۔ پولس نے کہا کہ میں ہر روز مرتا ہوں۔ (۱۔ کرنتھیوں ۱۵/۳۱)۔

الغرض حضرت مسیح علیہ السلام ہرگز صلیب پر فوت نہیں ہوئے۔ پس چاہیئے کہ مسیحی دوست اپنی نجات کا انحصار کفارہ پر کرتے ہوئے غفلت کی زندگی بسر نہ کریں۔ کیونکہ اس کی کوئی حقیقت نہیں۔ نجات عمل صالح پر ہی منحصر ہے۔ جیسا کہ متی ۷/۲۱-۲۲ میں درج ہے:۔ آسمان کی بادشاہت میں داخل ہونے کی شرط باپ کی مرضی پر چلنا ہے۔

من از ہمدردیت گفتم تو خود ہم کن فکر یارے
خرد از بہر ایں روز است اے دانا و ہوشیارے

اشتہارات

رسید مژدہ کہ ایام نوبہار آمد

(حضرت میر محمد اسحاق صاحب رضی اللہ عنہ کے قلم سے)

حضرت حکیم الامت خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ عنہ جس طرح حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے بعد جماعت میں سب سے بڑے روحانی طبیب تھے اسی طرح ساری عمر آپ کی جسمانی بیماریوں کو چنگا کرنے کی فکر میں گذری۔ طبی دنیا میں جو شہرت آپ کو حاصل تھی وہ کسی سے مخفی نہیں۔ راجہ سے لیکر پرجا تک سب پر آپ کا فیض جاری تھا۔ ایک طرف اگر

جموں و کشمیر کا عظیم الشان مہاراجہ

سالہا سال تک آپ کے زیرِ علاج رہا تو دوسری طرف آپ کے لئے یہ امر باعثِ فخر تھا کہ

عالمِ روحانیت کا عظیم الشان بادشاہ

یعنی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے بھی جب سے آپ قادیان میں ہجرت کرکے آئے وصال تک معالج رہے۔ حضرت حکیم الامت یونانی، ویدک اور انگریزی تینوں طریقوں سے علاج کرتے تھے۔ آپ نے اپنی ساری عمر کے تیر بہدف مجربات اپنی قلم سے ایک بیاض میں قلمبند کئے جس میں ہر مرض کے لیے بے نظیر سے بے نظیر نسخے درج ہیں۔ یہ بیاض آپ کے صاحبزادوں کے پاس ہے۔ حضرت مولوی صاحب کی وفات ۱۹۱۴ء میں ہوئی۔ اسی وقت سے آج تک گو آپ کے بعض شاگردوں نے بعض نسخے بنا کر پبلک کو دیئے مگر یہ گنجینہ پوری طرح دنیا پر بند رہا۔ آپ کی وفات کے ۴۲ سال بعد خدا تعالیٰ نے آپ کے صاحبزادوں کو یہ توفیق عطا فرمائی ہے کہ وہ اپنے حاذق الملک باپ کے مخفی مجربات کو اپنی نگرانی میں دیانت، امانت، سچائی اور توجہ سے خالص اور صحیح اجزاء سے تیار کرکے دنیا کے فائدہ کیلئے پبلک میں لائیں اور ہم خرما و ہم ثواب کا مصداق بنیں۔ ان کی طرف سے اخبار الفضل کی ایک قریب کی اشاعت میں اس امر کا اعلان ہو چکا ہے۔ میں علیٰ وجہ البصیرت اس امر کے اعلان کی جرأت کرتا ہوں کہ حضرت

خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ عنہ کے صاحبزادگان پوری توجہ، اخلاص اور ہمدردی کے ساتھ

بے نظیر باپ کے بے نظیر نسخوں کو

اپنی نگرانی میں بنوا رہے ہیں۔ اسلئے تمام دوستوں سے درخواست ہے کہ وہ اعلان کردہ ادویہ یا جو بھی نسخہ بنوانا چاہیں وہ آرڈر دیکر بنوا سکتے ہیں۔

بالآخر دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ حکیم الامت کے فیض کو تا ابد جاری فرمائے۔ آمین ثم آمین ٭

ضروری اطلاع

دواخانہ نور الدین رضی اللہ عنہ جودھامل بلڈنگ لاہور میں مستورات کے علاج کا خاص انتظام ہے۔ بیگم صاحبہ حکیم عبدالوہاب عمر و قابلہ گولڈ میڈلسٹ بیمار کو دیکھتی ہیں اور علاج کرتی ہیں۔

باہر کے اصحاب خط میں بیماری کی تفاصیل لکھکر دوائی منگوا سکتے ہیں!

پتہ:۔ مینجر دواخانہ نور الدین رضی اللہ عنہ جودھامل بلڈنگ لاہور

"جماعت اسلامی نمبر"

اگلا شمارہ خاص نمبر ہو گا

رسالہ الفرقان کا خاص نمبر زیر کتابت ہے مگر بعض وجوہ سے یکم مئی کی بجائے یکم جون کو شائع ہوگا۔ یہ تاخیر انشاء اللہ العزیز ع دیر آید درست آید کا مصداق ثابت ہوگی۔

اس تاخیر کے دو باعث ہیں۔ اوّل تو ابھی تک کراچی سے پیپر کنٹرولر صاحب کی طرف سے نیوز پرنٹ کا پرمٹ موصول نہیں ہوا۔ دوم مجھے ایک ضروری کام پر دو ہفتہ کے لئے لکھنؤ، دہلی اور قادیان جانا پڑا۔

یہ خاص نمبر انشاء اللہ یکصد آٹھ صفحات پر مشتمل ہوگا۔ جن دوستوں نے آرڈر ارسال کر دیئے ہیں وہ یکم جون تک انتظار فرماویں۔ جو دوست ابھی تک سوچ رہے ہیں وہ بھی اپنی اپنی مطلوبہ تعداد سے جلد مطلع فرماویں۔ ایک رسالہ کی قیمت ایک روپیہ ہے۔ اگر دس رسالے اکٹھے خریدے جائیں تو پونے نو روپے میں آئیں گے۔ اگر یکصد رسالے مطلوب ہوں تو فی رسالہ بارہ آنے کے حساب سے قیمت ارسال فرماویں۔ یاد رہے کہ جو دوست رقم بذریعہ منی آرڈر بھیج دیں گے وہ فائدہ میں رہیں گے۔ وی پی کی صورت میں چھ آنے زیادہ خرچ ہوں گے۔ رسالہ کا سالانہ چندہ صرف پانچ روپے ہے جو بہر حال پیشگی وصول ہونا چاہیئے۔ جو دوست آخر مئی تک پانچ روپے بھیجکر خریدار بن جائیں گے۔ انہیں جماعت اسلامی نمبر بھی دیا جائے گا۔

(ابوالعطاء جالندھری)

الفہرست

اپریل ۵۵ء

نمبر شمار	عنوان	مضمون نگار	نمبر صفحہ
۱	رمضان المبارک	ایڈیٹر	ٹائیٹل
۲	بہائیوں کے تین سوالات کے جواب	"	۱
۳	اسباق طب	جناب ڈاکٹر عبدالحمید صاحب چغتائی لاہور	۱۹
۴	بہترین نصیحت (ترجمہ از انگریزی)	جناب مولوی برکت اللہ صاحب محمود شاہد	۲۲
۵	ربانی علماء اور موجودہ علماء کے عمل میں عظیم الشان فرق (علماء کی وزارت کے مطالبہ کا تجزیہ)	جناب چودھری احمد الدین صاحب پلیڈر گجرات	۲۵
۶	ایسٹر کے موقع پر عیسائیوں کے نام ہمارا پیغام	جناب مولوی عبدالکریم صاحب پشاور	۳۱

(طابع و ناشر ابوالعطاء جالندھری نے ضیاء الاسلام پریس ربوہ میں چھپوا کر دفتر الفرقان ربوہ ضلع جھنگ سے شائع کیا۔)